احتساب

احتساب ایک سنہری زنجیر ہے، جس میں تمدن، اخلاق، مذہب اور معاشرت کی تمام جزئیات جکڑی ہوئی ہیں۔ اگر اس کی بندش ڈھیلی پڑ جائے تو دفعتاً نظام عالم کی ایک ایک کڑی درہم برہم ہوجائے۔ اسی غرض سے دنیا نے احتساب کو مختلف صورتوں میں قائم رکھا۔ خاندانوں اور کنبوں نے مختلف رسم و رواج اختیار کیے، جن کی خلاف ورزی موجب ملامت، بلکہ بعض اوقات قومی جرم خیال کی جاتی ہے۔ سلطنتوں نے قوانین بنائے جو انسان کو ایک خاص نظام کے ماتحت ہر قسم کی مادی، اخلاقی اور مذہبی ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ حکما نے فلسفۂ اخلاق ایجاد کیا، جو اخلاقی قوانین کی پیروی پر جمعیۃ بشری کو مجبور کرتا ہے۔

ہمارا سرمایہ فخر: اگر یورپ کو اپنی تہذیب پر فخر ہے کہ وہ انسان کی ہر فروگزاشت پر سختی کے ساتھ گرفت کرتی ہے۔ اگر رومن لا (رومی قانون) کو اپنے او پر ناز ہے کہ وہ دنیا کے قوائے متضادہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا، اگر یونان کو اپنے فلسفۂ اخلاق پر گھمنڈ ہے کہ وہ اخلاقی قویٰ کی تربیت کرتا ہے تو ہمیں ان کے بڑے بول سے مرعوب نہیں ہوجانا چاہیے۔ ہم رسم و رواج کے غلام نہیں کہ یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہوجائیں۔ ہم قانونی سختیاں برداشت کرنے کے خوگر نہیں کہ اپنے ہاتھ کو ہر ہتھکڑی کے حوالے کردیں۔ قیاسات عقلی ہماری غذائے روحانی نہیں کہ یونانیوں کے طلسم میں پھنس جائیں، بلکہ ہمارے رگ اور پٹھے ایک پاک مذہب کے سلسلے میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے گوشت اور خون پر چمڑے کی جگہ مذہب کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے قلب کو ایک غیر متزلزل مذہبی احساس حرکت دے رہا ہے، پس ہم کو ہر دلفریب رسم و رواج، ہر مرعوب کرنے والے قانون اور ہر متحیر کردینے والے فلسفے کو چھوڑ کر اپنی باگ صرف اسلام ہی کے ہاتھ میں دینی چاہیے اور اس پر فخر کرنا چاہیے کہ

رشتہ درگردنم افگندہ دوست ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

اسوہ حسنہ: مذہب کی قوت احتساب ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر آنحضرت ﷺ کا اتباع فرض کرکے ہم کو پوری دنیا کی مادی و اخلاقی غلامی سے آزاد کردیا ہے۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱) یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول کی زندگی میں پیروی و اتباع کا بہترین نمونہ رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم رسول اللہ کی تقلید کرو کیونکہ ایک شخص کی تقلید کرنے سے دوسرے اشخاص کی تقلید کی نفی نہیں ہوجاتی بلکہ یہ فرمایا، تمہاری تقلید صرف اسی پاک ذات میں محدود ہے کیونکہ تمہیں اعمال صالحہ کا یہ خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا۔ اس طرز بیان سے نہ صرف جناب رسول اللہ ﷺ کا اتباع لازم کردیا گیا، بلکہ ساتھ ہی دوسرے تمام بڑے بڑے انسانوں کے اتباع کی نفی بھی کردی۔ اس لیے کہ صرف ایک ہی آفتاب ہے جس کی روشنی ظلمت زار دنیا کی ہر اندھیری اور ہر تیرہ و تاریک راہ میں ہماری رہنمائی کرسکتی ہے۔ چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم (مولانا مرحوم)

(رسول رحمت: امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶۹۹-۷۰۰)

درس حدیث

محمد اظہر مدنی

شکر کی اھمیت وفضیلت

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أخذ بیدہ ، وقال : "یامعاذ، واللہ انی لأحبك ،واللہ انی لأحبك" فقال: أوصیك یامعاذ لاتدعن فی دبر کل صلاۃ تقول :اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك ۔ (رواہ أبوداؤد-۱۵۲۲،صححہ الألبانی فی صحیح أبي داؤد-۱۰۲۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد (یہ دعا پڑھنا) نہ چھوڑنا، ''اللھم أعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك'' اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر اور بہترین عبادت پر۔

تشریح: اللہ رب العزت والجلال کے عطا کردہ انعامات واحسانات کا دل کی گہرائی اور زبان نیز اعضاء وجوارح سے اعتراف کا نام شکر ہے۔ شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات ہے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے شکر گزار بندوں کے لئے بہت ساری بشارتیں سنائی ہیں۔ اور ان کو اس شکر گزاری پر بہترین بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوقات پر فوقیت عطاء فرمائی۔ بہترین ڈھانچے میں پیدا فرمایا: ''لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ'' اور بے شمار انعامات واحسانات سے نوازا د، نیا میں عیش وعشرت کے تمام سامان مہیا فرمایا، اعضاء وجوارح، آنکھ، ناک، کان، منھ، ہاتھ پیر بنائے اور آخرت میں جنت کی بشارت سنائی۔ ان تمام نعمتوں پر بنو آدم کو اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اس شکر گزاری وفرمابرداری کے بدلے اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے شکر گزار تھے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی عبادتوں کے بے پناہ اہتمام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہیں پھر اتنی محنت کیوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: افلا اکون عبدا شکورا ، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے، رب اجعلني لك شكارا لك ذكارا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نہایت ہی شکر گزار اور ذکر کرنے والا بندہ بنا۔

شکر گزاری کی قرآن کریم میں بڑی تاکید آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ'' (سورہ ابراہیم: ۷) اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کر دیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ ناشکری کرنا کفران نعمت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے، بلکہ ناشکروں کے لئے سخت وعید سنائی ہے، جبکہ شکر گزاری سے انسانوں کا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ (سورۃ البقرۃ: ۱۵۲) اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔ شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عنایتوں کی نوید اور ناشکری پر وعید شدید ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ'' (سورۃ ابراہیم: ۷) اسی طرح سے اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر اپنے انعامات واحسانات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے'' لعلکم تشکرون '' تاکہ تم شکر گزاری کرو۔ اس کے علاوہ کتنی ساری ایسی آیتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خورد ونوش کی اشیاء کا نام لیکر کہا کہ اس پر میرا شکر بجالاؤ'' فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (سورۃ النحل: ۱۱۴) جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ طیب چیزوں کو چھوڑ کر خبیث چیزوں کا استعمال اسی طرح حلال چھوڑ کر حرام کا استعمال کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری میں شامل ہے۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے بڑی قیمتی بات بتائی ہے۔ مؤمن ہمیشہ فائدہ میں ہوتا ہے اور یہی شکر کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک ہنسنے لگے اور فرمایا: ألا تسألوني مما أضحك ؟ تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اسکا ہر کام اس کے لئے خیر کا باعث ہے۔ اگر اسے کوئی چیز نصیب ہو جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے (اور بعض روایت میں ہے شکریہ ادا کرتا ہے) اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچانے والی چیز پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس طرح اسکا صبر کرنا اس کے لئے باعث خیر بن جاتا ہے۔ اور یہ خوش نصیبی سوائے مومن کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔ مذکورہ تمام نصوص سے شکر کی اہمیت وفضیلت اظہر من الشمس ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ الٰہی اپنا شاکر وصابر بندہ بنائے اور حشر نشر بھی انہی کے ساتھ فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طٰہٰ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث ۲
اداریہ ۳
ائمہ کرام: کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے ۶
نصوص وعد و وعید سے متعلق چند اہم مسائل ۸
امامت نماز کے احکام و مسائل- کتاب وسنت کی روشنی میں ۱۰
شرعی پردے کی شرائط ۱۷
توبہ گناہوں کا تریاق ۱۹
میاں بیوی کے مابین اسباب اختلاف ۲۳
اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے ۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز ۲۹
جماعتی خبریں ۳۱
کلینڈر ۲۰۲۰ ۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک
سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے
بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

مقصد حیات کی دریافت یا بازیافت

یہ چندروزہ زندگی جسے نادانوں نے اپنے قول وفعل سے ابدی زندگی تصور کررکھا ہے اور شب وروز اور شام وسحر میں ڈھلتے اور گذرتے ہوئے ان اوقات کو ایک روٹین کا کام سمجھ کر اپنے آپ کو اس کے حوالے کردیا ہے اور مقصد حیات کیا ہے اور مرنا و جینا کس لیے اور کس کے لیے ہے اس سے خاص سروکار نہیں ہے۔ گویا کہ ان کی نگاہ میں سوکر صبح تازہ دم اٹھنا اور شام کو چاروں چت لیٹ جانے کا نام ہی زندگی ہے۔

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

اس زندگی کا حقیقی اور اولین مقصد کیا ہے؟ اس کا نہ کوئی شعور وادراک ہے، نہ کوئی مطمح نظر ہے اور نہ اس کے لیے کوئی لائحہ عمل ہے اور نہ ہی اس پر عمل ہے۔ گویا ''زندگی بے بندگی شرمندگی'' کی جیتی جاگتی تصویر بنی ہوئی ہے۔ ایسے میں ہماری حیات مستعار کے یہ ایام اگر رب کی بندگی میں گذرے ہیں تو ایسے خوش نصیبوں اور عقلمندوں کے لیے ''كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ'' (الحاقہ: ۲۴) ''(ان سے کہا جائے گا) کہ مزے سے کھاؤ، پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کیے''۔ کا اعلان وبشارت ہوگی اور کل موت کے وقت غافلوں، دنیاداروں اور نادانوں کے حصے میں ''حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ. لَعَلِّىٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا، اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ'' (المومنون: ۹۹-۱۰۰) ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آنے لگتی ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار! مجھے واپس لوٹا دے۔ کہ اپنی چھوڑی ہوئی دنیا میں جاکر نیک اعمال کرلوں، ہرگز ایسا نہیں ہوتا، یہ تو صرف ایک قول ہے جس کا یہ قائل ہے، ان کے پس پشت تو ایک حجاب ہے، ان کے دوبارہ جی اٹھنے کے دن تک'' کی فریاد کے سوا کچھ نہ آئے گا اور اُدھر سے جو دھتکار و پھٹکار ہوگی وہ الگ ہے۔ ''خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ. ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ'' (الحاقہ: ۳۰-۳۱) ''اسے پکڑ لو پھر اسے طوق پہنا دو۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دو'' کے حکم کے ساتھ وعیدیں گوش گذار کی جائیں گی۔ ان کی ضیافت واستقبال کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم یا آرڈر کی تعمیل میں مالک وخازن جہنم ادنی دریغ نہیں کریں گے کہ ویسے بھی ان کی صفت ہے کہ۔ ''لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا

یُؤْمَرُوْن ". (التحریم:٦) "جوحکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں"۔

ان غافلوں، بدبختوں، سیہ کاروں اور بے مقصد زندگی گزارنے کے رسیا لوگوں کو کن کن اذیتوں، تکلیفوں، مشقتوں اور پریشانیوں سے گزرنا ہی نہیں بلکہ ان میں رہنا بھی پڑے گا ان کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ اس لیے اگر اس دنیوی زندگی ہی میں بے حسی کی چادر ہٹ گئی، ہوش وخرد کے ناخن لے لیے اور خواب غفلت سے بیدار ہوگئے تو پھر سعادت مندی اور خوش بختی کا کیا کہنا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے آمین۔

لیکن یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ ہماری زندگی کا حقیقی مقصد کیا ہے اور ہمارا نصب العین کیا ہونا چاہیے۔ اس کی دریافت یا بازیافت کا کام ہی سراغ زندگی کو پالینے کے مترادف ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور کتاب وسنت کی بلاچوں وچرا اتباع و پیروی کے ساتھ ساتھ تاریخی شخصیات وافراد جو انسانی دنیا پر اثر انداز ہوئیں ان کی حیات وخدمات کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ یہ کردار اچھے بھی ہیں اور برے بھی۔ ان میں اخیار بھی ہیں اور اشرار بھی۔ ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ ہم اولیاء اللہ اور انسانیت کے بہی خواہوں کا راستہ اختیار کریں گے یا اولیاء الشیاطین اور انسانیت کے بدخواہوں کی ڈگر کو اپنائیں گے اور اس طرح اپنے اعمال وکردار کی روشنی میں علیین یا سجین کے مستحق وسزاوار ٹھہرائے جائیں گے اور اس سے پہلے دنیا کے اندر بھی اس کے اثرات خیر یا شر کی شکل میں مرتب ہوں گے۔ چونکہ اولیاء اللہ اور اولیاء الشیاطین کے درمیان ہمیشہ ستیزہ کاری جاری رہی ہے اور حق وباطل ہمیشہ برسرپیکار رہے ہیں لیکن مآل کار اخیار کے ہاتھ رہا ہے "وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْن " (الاعراف:١٢٨) "اخیر کامیابی ان ہی کی ہوتی ہے جو اللہ سے ڈرتے ہیں" اور اچھائی کی برائی پر فتح ہوتی رہی ہے۔ "اَ لَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْن" (المجادلۃ:٢٢) "آگاہ رہو بیشک اللہ کے گروہ والے ہی کامیاب لوگ ہیں"۔ اس لیے بہرحال حق وصداقت اور انسانیت کی راہ اپنانی چاہیے اور قوم ومعاشرہ اور ملک وملت اور انسانیت کے لیے اور اللہ کی رضا کی خاطر بہت کچھ کر جانے کا جذبہ اور حوصلہ جواں رکھنا چاہیے۔ اسی میں دنیا وآخرت کی سعادت مضمر ہے اور یہی ہمارا مقصد تخلیق اور راز حیات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو یوں ہی نہیں پیدا کیا ہے بلکہ ان کو برپا کرنے کے پیچھے عظیم مقصد اور حکمت کارفرما ہے۔ "اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْن" (المومنون:١١٥) "کیا تم یہ گمان کیے ہوئے ہو کہ ہم نے تمہیں یوں ہی بیکار پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹائے ہی نہ جاؤ گے"۔

انسان ہی کیا کائنات کا ہر ذرہ با مقصد وجود میں لایا گیا ہے اور اس مقصد تخلیق سے ایک لمحہ کی بھی غفلت ہو تو سارا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے۔ "اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَاب. الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلاً سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار" (آل عمران:١٩٠-١٩١) "آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقیناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے کرتے ہیں اور آسمان وزمین کی پیدائش میں غور وفکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے"۔

جب ہماری زندگی کا مقصد متعین ہے تو ہمیں اس کا ادراک وشعور بھی لازمی طور پر ہونا چاہیے۔ ورنہ اس چندروزہ زندگی کی ساری تگ وتاز اور جدوجہد بے سمتی کا شکار ہو کر اکارت چلی جائے گی۔

یہ تو مقصد زندگی کا عام پہلو ہوا۔ جہاں تک اس کا اسلامی وایمانی اور دینی تصور ہے تو اس میں مقصد حیات کو مزید واضح اور متعین طور پر فوکس کیا گیا ہے اور کافی زور دے کر اس کا احساس دلایا اور ادراک کرایا گیا ہے اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی وبہی خواہی۔ اس کے بغیر ایک مومنانہ زندگی کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایک تاکیدی حکم ہے اور اسی میں امت مسلمہ کی خیریت وبھلائی، سعادت وخیر خواہی اور بقا کا راز بتایا گیا ہے۔ بلکہ بالکل کھلے انداز میں باور کرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کامل یا اس کے احکام وفرامین کی پیروی اور عام انسانوں کی خیرخواہی اور خدمت خلق اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ بلکہ اللہ کے بندوں کی خدمت اور ان کی ہمہ جہت و پائیدار بھلائی ایمان باللہ کا تقاضہ ہے۔ "كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ"۔ (آل عمران:١١٠) "تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو"۔

بالیقین یہ جذبہ خیر ایمان وعقیدہ کی درستگی، دین وشریعت کی پابندی، اس کے احکام کی بجاآوری اور اللہ کے برگزیدہ بندوں کے نقوش قدم کی مخلصانہ پیروی اور صحبت سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک مومن صادق ہی حقیقی طور پر انسانیت کا خیرخواہ ہوسکتا ہے۔ اس لیے اصلاح معاشرہ اور ملک وانسانیت کی تعمیر وترقی کا کام انجام دیتے رہنا چاہیے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ دنیا میں اللہ کے بندوں کے نزدیک سرخروئی ونیک نامی حاصل ہوگی بلکہ اس سے آخرت بھی سنورے گی۔ آخرت

بنانے کی فکر ہونی چاہیے۔آخرت کی فکر ہی لوگوں کو ملک وملت اور شریعت کے متعلق حساس اور ذمہ دار بناتی ہے۔فکرآخرت دنیوی زندگی کو ثمر آور بنانے اور لوگوں کے لیے مفید تر بننے کی شاہ کلید ہے اور تمام ہی اساساتِ دین وشریعت اور ارکان اسلام وایمان اس میں مدومعاون ہیں بلکہ ان کے بغیر دعوائے ایمان اور مقصد ایمان واسلام پورا نہیں ہوسکتا ہے۔سلف صالحین کی زندگی اس کی جیتی جاگتی مثال تھی، اس لیے وہ کامیاب ہوئے اور دنیا والوں کے لیے رحمت ثابت ہوئے۔ارکان ایمان، میں سے اللہ جل شانہ پر ایمان، دنیا وآخرت کی کامیابی وکامل اطمینان کے لیے ضمانت ہے۔اس کی کتابوں پر ایمان، انسانی زندگی کے نشیب وفراز اور آخرت کی راہ کے لیے مشعل رشد وہدایت ہے۔فرشتوں پر ایمان، اللہ جل شانہ کی عظمت ونظام کامل پر دال ہے۔اس کے رسولوں پر ایمان، انسان کی زندگی کو بے لگام ہونے سے بچانے اور کامیاب زندگی جینے کے لیے ضمانت، اتمام حجت، انعام باری تعالیٰ اور تسہیل امور انسانی وکامرانی کے لیے نمونہ اول وآخر ہے اور آخرت پر ایمان اور جزا وسزاء پر یقین دنیا میں ہر طرح کے افراط وتفریط سے بچ کر خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور بے نفسی کی کامل یقین دہانی وکامیابی کی ضمانت ہے۔جبکہ تقدیر کے اچھے برے ہونے پر ایمان، انسان کی تمام کوششوں کو صحیح سمت عطا کرنے اور اسے اللہ پر کامل یقین وایمان کے ساتھ افراط وتفریط سے بچنے کے لیے ضروری ہے۔اسماء وصفات باری تعالیٰ پر اگر غور کروگے تو تمہیں زندگی جینے کا سلیقہ اور ایمان کی حقیقی حلاوت وطراوت کا مزہ آئے گا۔اور تم حقیقی طور پر اپنے رب کے فرماں بردار، خلق الٰہی کے لیے مفید کار اور اپنے لیے نفع بخش ہوسکو گے۔اس لیے اللہ جل شانہ کی ایک ایک صفت پر ایمان لاؤ اور اس بحر خیرات وبرکات میں غوطہ زن ہوکر اپنے نصیب کا لالہ ولؤلؤ حاصل کرجاؤ۔یہی حاصل زندگی ہے۔

تمہیں خیر امت کہا گیا ہے اور خیر ایک جامع لفظ ہے جو ہر طرح کے اچھے اعمال وافعال کو جامع وشامل ہے۔اللہ جل شانہ کی عبادت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی روشنی میں خدمت انسانیت اور اللہ پر ایمان اور اس کی رضا جوئی، اس خیر کا مرکزی حصہ ہے۔یہ کارہائے خیر دینی بھی ہیں اور خالص دنیوی اہمیت کے حامل بھی ہوسکتے ہیں۔مثلاً سماج میں اخوت ویک جہتی کو فروغ دینا، اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنا، امن وشانتی کے قیام کی کوشش کرنا، گلی کوچوں اور سڑکوں کو صاف ستھرا رکھنا، پانی کو ضائع ہونے سے روکنا، ماحولیات کا تحفظ اور آلودگی پھیلانے والے امور سے اجتناب کرنا، آفات سماویہ وارضیہ کے متاثرین کی امداد، غریبوں، مسکینوں، ضرورت مندوں بے سہارا لوگوں کی مدد کرنا، آپس میں لڑنے والوں کے درمیان صلح صفائی کرادینا، سماج کو چوری، پاکٹ ماری، دہشت گردی اور عصمت دری جیسے عفریت اور ناسور سے پاک کرنا، شراب نوشی، منشیات، توہم پرستی اور غلط رسوم ورواج وغیرہ بیماریوں سے بچانا وغیرہ کاموں کو اگر دینی جذبہ سے کیا جائے تو وہ نورعلی نور بن جاتے ہیں اور ان کاموں میں مضبوطی اور استقرار جو آتا ہے وہ الگ۔

تاریخی طور پر اس حقیقت کا مشاہدہ ہو چکا ہے کہ جب امت کے رعیل اول نے مقصد زندگی کا صحیح ادراک کرکے اپنی حیات مستعار کو اللہ تعالیٰ کی بندگی اور اس کی مخلوق کی خدمت وخیر خواہی میں لگا دیا تو وہ عنداللہ ماجور ومقبول اور عندالناس مشکور ہوگئے۔ان کی عزت وسربلندی میں چار چاند لگ گئے اور وہ محبوب خلائق بن گئے۔''اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ''(مریم:۹۶)''بیشک جو ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے شائستہ اعمال کیے ہیں ان کے لیے اللہ رحمٰن محبت پیدا کردے گا''۔اب ان کو نہ اپنی جان ومال اور عزت وآبرو کے تحفظ کی فکر رہی، نہ ان کو آل واولاد اور خویش اقرباء کی لچنگ کا خوف رہا اور نہ ان کی مساجد ومدارس پر حملے کا اندیشہ تھا۔آج بھی یہ کیفیت پیدا ہوسکتی ہے بشرطیکہ امت اپنے اندر فکر ونظر اور روش میں تبدیلی لے آئے اور مقصد زندگی کو عملی طور پر اپنا لے۔اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔

بقیہ جن کو اس شاہراہ حق سے محرومی ہے یا حسد ونفرت کی آگ میں جل رہے ہیں یا سیاست کی ڈگر پر چل رہے ہیں تو یہ ان کا اپنا مذہب ہے۔''**وللناس فیما یعشقون مذاھب**''۔

ان کا جو فرض ہے وہ اہل سیاست جانیں
اپنا پیغام محبت ہے جہاں تک پہنچے

ایک طرف غور کرو کہ اللہ جل شانہ نے حقیقی اولیاء اللہ جن کو نبوت کے مراتب علیا سے سرفراز فرمایا گیا اور جو بلامراء ولاریب اپنے رب کے یہاں سرخرو اور سربلند ہوئے اور رہتی دنیا تک جن کی نیک نامی اور ذکر خیر کا چرچا رہے گا، اللہ تعالیٰ نے انہیں یہی نہیں کہ سب سے بڑی فضیلت وعزت بخشی بلکہ ان کو ساری انسانیت کے لیے نمونہ بھی بنادیا اور ان کا ذکر اپنی مقدس آسمانی کتابوں میں بار بار کیا، ان کی زندگی کے نشیب وفراز، عسر ویسر، ابتلاء وآزمائش اور کامیابی وکامرانی کا ذکر فرمایا۔دراصل یہ عام انسانوں اور مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ وسبق تھا کہ وہ ان قصص الانبیاء وصلحاء اور ان کے مقابلے میں سرگزشت اقوام حتی کہ عاد وثمود، فرعون وہامان، قارون وشداد اور ابلیس وعفریت کا ذکر بھی دہرایا جاتا رہا کہ آنے والی قومیں ان کے عبرتناک انجام سے باخبر ہوں اور زواجر وعبر سے نصیحت پکڑیں۔''**فھل من مدکر**''!!

☆☆☆

ائمہ کرام: کشتی حق کا زمانے میں سہارا تو ہے

خورشید عالم مدنی، پٹنہ
9934671798

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خیر امت بنایا، اور یہ امت اسی وقت تک خیر امت کہلانے کا مستحق ہوسکتی ہے جب تک یہ ایمان کی ڈگر پر چلتے ہوئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی رہے گی، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ١١٠) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے، تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر رکھتے ہو‘‘

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوا کہ سماج ومعاشرہ کی اصلاح، نیکیوں کے فروغ اور برائیوں کے انسداد وخاتمہ کی کوشش کرنا اس امت کا خاص وطیرہ، طرہ امتیاز اور حسین صفت ہے، اور بالخصوص ان لوگوں کی یہ عظیم ذمہ داری ہے جو قوم وملت کے دلوں کی دھڑکن، منبر ومحراب کی زینت ہیں اور جنہیں دربار رسالت سے وارثین انبیاء ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ دعوت الی اللہ ایک ایسا سنگین معاملہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس سے اعراض کرتا ہے اور افراد معاشرہ کی تربیت واصلاح سے غافل ہوجاتا ہے، تو معاشرہ کی تباہی وہلاکت یقینی ہے اور ایسے لوگوں کو عذاب الٰہی کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہیے، جسے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے دومنزلہ جہاز کی مثال دے کر سمجھایا ہے جو سمندر میں رواں دواں ہے، اس میں واٹرسسٹم جہاز کی دوسری منزل پر ہے، اب پہلی منزل کے مسافرین یہ سوچتے ہیں کہ کون جائے دوسری منزل پر پانی لانے چلو جہاز میں سوراخ کرکے پانی لے لیتے ہیں۔ فان تركوهم وما ارادوا، هلكوا جميعا، وان اخذوا على أيديهم، نجوا ونجوا جميعا (بخاری ٢٤٩٣) اگر دوسری منزل کے مسافرین اس عمل پر خاموش رہ جاتے ہیں تو سب ہلاک ہوجائیں گے لیکن اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں (ہم لوگ ایسا کرنے نہیں دیں گے) تو جہاز اور اس کے تمام مسافرین تباہی سے بچ سکتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاشرہ کے تحفظ، بقاء واستحکام کا راز دعوت الی اللہ میں پنہاں ہے۔ اور یقین مانیں کہ معاشرہ کی خرابی اور دعوت الی اللہ سے اعراض کے سبب جب اللہ کا عذاب آتا ہے تو اس عذاب شدید کے شکار، اچھے، برے، نیک وبد، امام ومقتدی سب ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو اس کے تمام ساکنان شہر پر الٹ دیں، انہوں نے عرض کیا پروردگار ان فيهم عبدك فلانا لم يعصك طرفة عين؟ قال اقلبها عليه وعليهم فان وجهه لم يتعمر في ساعة قط" (طبرانی فی الاوسط، بیہقی ٦٥٩٥) اس شہر میں تیرا فلاں بندہ کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے اللہ فرمائے گا کہ شہر کو سب پر پلٹو، اس کے سامنے میرے احکام پامال کئے جارہے تھے لیکن اسے دیکھ کر اس کے چہرہ کا رنگ کبھی نہیں بدلا‘‘

آج ہمارا معاشرہ تباہی کے ساحل پر پہنچ چکا ہے۔ الحاد ودہریت، بے حجابی وعریانیت، معاشرے کو تباہ کررہی ہیں، یہود ونصاری اسلامی اقدار کو پامال کرنے اور اسلامی تہذیب وثقافت کو مسخ کرنے کی پیہم سازشیں کررہے ہیں۔ عقیدہ کی بربادی کا یہ عالم ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کے درگاہ پر دیوالی کے دیئے جل رہے ہیں اور مسلم خواتین دیوالی کی ارتی پیش کرتی نظر آرہی ہیں۔ لمحۂ فکریہ یہ ہے کہ جب قبر پر خود سید المرسلین حضرت محمد ﷺ نے چراغاں کرنے سے منع فرمادیا تو دیوالی کی آرتی کہاں سے آئی؟ بہرحال مسلم معاشرہ کے سارے تانے بانے بگڑ رہے ہیں، ایسے نازک حالات میں علماء ودعاۃ، ائمہ وخطباء کا یہ دینی فریضہ ہے کہ وہ اٹھیں، بیدار ہوں اور اصلاح امت کا بیڑہ اٹھائیں۔

اٹھو وگرنہ حشر نہ ہوگا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ کی اصلاح میں ائمہ مساجد کا کردار بڑی اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ وہ قوم کی آنکھوں کے تارے ہیں ان کے بیش تر اوقات ان کے درمیان گذرتے ہیں۔ وہ قوم کی نفسیات سے واقف ہیں اور ان کی دکھتی رگوں پر ان کی انگلیاں ہوتی ہیں اور قوم بھی ان پر اعتماد کرتی ہے اور اظہار عقیدت بھی، اس لئے اگر ائمہ مساجد اپنے معاشرہ کی اصلاح کے لئے موثر طرز بیاں، پاکیزہ کردار، حکیمانہ انداز اختیار کرتے ہیں تو معاشرہ کو نوع بہ نوع فتنوں سے بچایا جاسکتا ہے اور صالح وپرامن معاشرہ کی تشکیل عمل میں آسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ہم درج ذیل افکار ان کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں، امید ہے وہ اسے قابل اعتناء سمجھیں گے تاکہ اصلاح معاشرہ میں وہ مثبت کردار ادا کرسکیں۔ اور اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی سے عہدہ برآ ہوسکیں۔

١۔ سب سے پہلے عمل میں اخلاص ہونا چاہیے تاکہ اللہ اور بندوں کی نگاہ میں مقبول ومحبوب بن جائیں اور عمل خواہ کتنا ہی عظیم ہے لیکن اگر وہ اخلاص سے عاری ہے تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی، اور یہ مسجدیں جن کی بنیاد ہی اخلاص وتقوی پر رکھی جاتی ہے اگر ان کے ائمہ کے اندر اخلاص کا فقدان ہوگا تو ان مساجد کے پاکیزہ مقاصد اور بلند کردار ادا نہیں کئے جاسکتے ہیں۔

٢۔ ہم توحید کے علمبردار بن جائیں، اپنی دعوت کا آغاز اصلاح عقیدہ سے کریں، یہی تمام انبیاء کی دعوت کا منہج اور نقطہ آغاز ہے۔ آج ہمارے سماج کی سب سے بڑی خرابی عقیدہ کی خرابی ہے دیکھ جائیں مسجدیں مرثیہ خواں ہیں اور مزاروں وقبروں پر بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ گلے میں تعویذیں لٹک رہے ہیں اور مسلمانوں کا بھروسہ اللہ کے بجائے ان کے ہاتھوں میں بندھے کالے دھاگے اور کڑے پر ہیں اور وہ اپنی قسمت ہاتھ کی لکیروں میں دیکھ رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ کی اصلاح اوراس کی حفاظت دعوت توحید اورعمل بالتوحید ہی سے ممکن ہے،شرک سے معاشرہ میں آگ لگتی ہے، بدامنی پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شہر مکہ کے امن وامان کی دعا مانگنے کے ساتھ شرک سے پناہ مانگی،رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)اور جب ابراہیم نے یہ دعا کی، پروردگار اس شہر کوامن وامان والا بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچالے۔

یہ مسجدیں توحید کے روشن مقامات اور بلند منارے ہیں، یہاں سے توحید کے پیغامات نشر کئے جاتے ہیں، اس لیے ائمہ کرام کودعوت وارشاد، وعظ وبیان میں اس اہم نکتہ کی وضاحت پوری قوت ایمانی سے کرنی چاہیے۔

(۳) ائمہ کرام کا تیسرا کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنے اہل وعیال کونماز کی ترغیب دیں، اپنے معاشرہ کی اصلاح، اقامت صلاۃ سے کریں، آج مسلم معاشرہ میں اس فریضہ سے بڑی غفلت پائی جارہی ہے، باپ نمازی ہے تو بیٹا نہیں،شوہر تہجد پڑھتا ہے لیکن بیوی بے نمازی ہے، اسی فریضہ کی ادائیگی میں دنیا وآخرت کی فلاح ہے،جس فلاح کی آوازیں مساجد کے مناروں سے بلند کی جاتی ہیں۔حی علی الصلوۃ،حی علي الفلاح" یہ نماز رب سے محبت کی نشانی اور کفر واسلام کے درمیان تفریق کا معیار حقیقی، افراد معاشرہ کی تطہیر اور صالح معاشرہ کے قیام کے لئے اقامت صلاۃ ناگزیر ہے،وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَر (العنکبوت:۴۵)اور نماز قائم کریں، یقیناً نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔''

(۴) ائمہ کرام کا چوتھا کردار یہ ہونا چاہیے کہ وہ خود صاحب کردار ہوں، بلند اخلاق وکردار کے حامل بنیں جیسا کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے اخلاق عالیہ کی گواہی دی ہے،''وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْم " آپ بلند اخلاق کے حامل ہیں۔آج دوسری قومیں اپنے روحانی ومذہبی باباؤں کے کردار سے تنگ آچکی ہیں،ان کے جعلی باباؤں کے گھناؤنے اعمال نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے،ایسے حالات میں ائمہ کرام حسن کردار وعمل سے مزین ہوں گے تو وہ اپنے سماج میں اثر انداز ہوں گے اور معاشرہ کی نئی صبح اور نئے دور کا آغاز ہوگا، اور اگر وہ کمزور ثابت ہوں گے تو یہ کمزوری جگ ہنسائی اور معاشرہ کی تباہی کا سبب بن سکتی ؟العیاذ باللہ

(۵) ائمہ کرام کا پانچواں کردار یہ ہو کہ وہ اپنے اندر اپنے عظیم منصب اور ذمہ داریوں کا احساس پیدا کریں، امامت منصب عظیم اس لئے ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ،خلفاء راشدین، امراء وقائدین سب امامت وخطابت کے عظیم منصب پر فائز تھے،ہمیں بھی اپنی عظمت کا خیال رکھنا چاہیے اور اپنے عظیم عہدہ کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے،اس کے ساتھ اپنے پیش نظر مساجد کے عظیم کردار کوبھی سامنے رکھیں اور اس کے روحانی، ثقافتی، سماجی وانقلابی کردار کوادا کرنے میں نمایاں کردار ادا کریں چونکہ مساجد کے پاکیزہ متنوع پیغامات کے ذریعے معاشرہ کی اصلاح ائمہ مساجد کا عظیم کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق ارزانی کرے اور اپنی توفیق کو ہمارا رفیق بنادے۔آمین

اہل حدیث کمپلیکس اور اہل حدیث منزل کے دونوں تاریخی اور عظیم تعمیری کاموں کے سلسلہ میں

ایک اعلیٰ سطحی وفد متعدد صوبوں کے دورے پر۔ ان شاءاللہ

احباب جماعت اور ہمدردانِ قوم وملت کو معلوم ہے کہ اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی اور اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں دو عظیم الشان تاریخی بلڈنگوں کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس سلسلہ میں الحمدللہ اہل حدیث کمپلیکس کے عظیم تعمیری پروجیکٹ کی دوسری منزل کی تسقیف (ڈھلائی) کا کام ہونے والا ہے اور اُردو بازار میں اہل حدیث منزل کی تیسری منزل تک کی تعمیر کا کام مکمل ہوا چاہتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے فضل وتوفیق کے بعد محسنین جماعت وجمعیت کی سخاوت وفیاضی کے مرہون منت ہے۔مزید تعاون کے لیے احباب جماعت صوبائی جمعیات سے تنسیق کے بعد مساجد میں باضابطہ ومسلسل اعلان کریں۔اور مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

عنقریب ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے۔اس عظیم اور تاریخی خیر کے کام میں اپنا بھرپور حصہ اور کردار ادا کر کے مشکور وماجور ہوں۔

نوٹ: اس سلسلہ میں متعلقہ صوبوں کے ذمہ داران واعیان کو اطلاع کر دی گئی ہے۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind
A/c: 629201058685
ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

نصوصِ وعد ووعید سے متعلق چند اہم مسائل

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
چیئرمین فیض ایجوکیشنل اینڈ ویلفیر سوسائٹی

بسم اللہ ، والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ، وعلی آلہ وصحبہ ومن والاہ، وبعد:

مذہبِ اسلام کے احکام ومسائل میں جہاں شمولیت ہے وہیں بوجہ اتم توازن بھی پایا جاتا ہے،اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری شریعت مطہرہ نے ہر مسئلے کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، جہاں خوف کا حکم دیا ہے وہیں رجاء پر بھی زور دیا ہے، جہاں ثواب کی خوش خبری ہے وہیں گناہ پر وعید کا ذکر بھی ہوا ہے، جہاں جنت کا ذکر ہے وہیں جہنم کا بھی تذکرہ ہے،غرضیکہ مذہب اسلام کے تمام مسائل واحکام میں توازن کو برقرار رکھا گیا ہے۔

قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے سے ہمیں کچھ ایسے نصوص ملتے ہیں جن میں کچھ مخصوص اعمال کی بجا آوری پر بہترین اجر وثواب اور دخول جنت یا عدم دخول جہنم وغیرہ کا ذکر ملتا ہے، جبکہ کچھ ایسے نصوص ملتے ہیں جن کے کرنے پر دخول جہنم، جنت سے محرومی اور ملت اسلامیہ سے خروج وغیرہ کا ذکر ہوا ہے، ایسے ہی نصوص کو اہل علم وعرفان نصوص وعد ووعید سے تعبیر کرتے ہیں۔

نصوص وعد ووعید کے سمجھنے میں کچھ لوگوں سے بلکہ کچھ اہم فرقوں سے بھاری غلطی ہوئی، جس کی وجہ سے انہوں نے بہت سارے مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا ،اور بہت سارے نافرمان وگنہگاروں کو کامل مومن کی صف میں لا کھڑا کیا۔

انہی خطرات کو سامنے رکھتے ہوئے وعد ووعید سے متعلق چند اہم مسائل جمع کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ اس مسئلے میں صحیح اور درست امور سے واقفیت ہو سکے:

پہلا مسئلہ: نصوص وعد کا معنی ومفہوم: قرآن وحدیث میں مذکورہ مسائل جن میں رب العالمین نے اپنے نیک اور مطیع وفرماں بردار بندوں کو بہترین اجر وثواب، انواع واقسام کی نعمتوں سے پر جنت میں داخلہ، عظیم وجسیم گناہوں سے مغفرت کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: { **قُل یَا عِبَادِیَ الَّذِینَ أَسرَفُوا عَلَی أَنفُسِکُم لَا تَقنَطُوا مِن رَحمَةِ اللهِ إِنَّ اللهَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا إِنَّهُ هُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ** } [الزُّمَر: ۵۳]۔

ترجمہ: اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (میری جانب سے) کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالی سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **فعن أَبِی ذَرٍّ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: "أَتَانِی جبرِیلُ عَلَیهِ السَّلَامُ فَبَشَّرَنِی أَنَّهُ مَن مَاتَ مِن أُمَّتِکَ لَا یُشرِکُ بِاللهِ شَیئًا دَخَلَ الجَنَّةَ، قُلتُ: وَإِن زَنَی وَإِن سَرَقَ؟ قَالَ: وَإِن زَنَی وَإِن سَرَقَ"** [صحیح مسلم حدیث: ۱۵۳]۔

ترجمہ: ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے انہوں نے بشارت سنائی کہ آپ کی امتی میں سے جو شخص بھی فوت ہوگا اور اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، میں نے کہا: گرچہ وہ زنا کرلے یا چوری کرلے، تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: اگرچہ وہ زنا کرلے یا چوری کرلے۔

دوسرا مسئلہ: نصوص وعید کا معنی ومفہوم:
قرآن وحدیث میں مذکورہ مسائل جن میں رب العالمین نے اپنے گنہگار بندوں کو جنت سے محرومی، دخول جہنم، خلود جہنم، ایمان سے نکل جانے اور انواع واقسام کے دردناک عذاب وسزا کا ذکر فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: **وَمَن یَقتُل مُؤمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَیهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِیمًا** [النساء : ۹۳]۔

ترجمہ: اور جو کوئی کسی مومن کو قصدا قتل کر ڈالے، اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالی نے لعنت کی ہے، اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: **عن جبیر بن مطعم: أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: »لَا یَدخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعُ رَحِمٍ«** [صحیح مسلم حدیث: ۲۵۵۶]۔

ترجمہ: جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رشتہ داری کو ختم کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

تیسرا مسئلہ: نصوص وعد وعید میں اہل سنت والجماعت کا موقف: اہل سنت والجماعت کا یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ وہ ہر مسئلے میں افراط وتفریط سے دور ہو کر وسطیت کو اپناتے ہیں۔

نصوص وعد وعید کے تعامل میں بھی اہل سنت والجماعت وسطیت کو اپناتے ہیں، نصوص وعد وعید میں اہل سنت والجماعت کی وسطیت اور میانہ روی مندرجہ ذیل نکات

سے واضح ہوتی ہے:

١-اہل سنت والجماعت تمام نصوص وعد ووعید کوایک مقام پر جمع کرتے ہیں۔

٢-دونوں طرح کے نصوص پر برابر برابر ایمان رکھتے ہیں۔

٣-کسی بھی نص کا انکار نہیں کرتے۔

٤-دونوں طرح کے نصوص کے درمیان جمع وتطبیق کی صورت نکالتے ہیں۔

٥-نصوص وعد کو وعد پر اور نصوص وعید کو وعید پر ہی محمول کرتے ہیں۔

٦-اہل سنت والجماعت نصوص وعد پر ایمان رکھتے ہیں لیکن مرجئہ کی طرح نہیں جو نصوص وعد کو اپناتے ہوئے نصوص وعید سے بالکل غافل ہوگئے۔

٧-اہل سنت والجماعت نصوص وعید پر ایمان رکھتے ہیں لیکن خوارج اور جہمیہ کی طرح نہیں جو نصوص وعید اپناتے ہوئے نصوص وعد سے بالکل غافل ہوگئے۔

اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت تمام مسائل کی طرح مسئلہ نصوص وعد ووعید میں وسطیت اور میانہ روی کو اپناتے ہیں اور یہی حق ہے، اس کے علاوہ ضلالت وگمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

چوتھا مسئلہ: نصوص وعد وعید میں بعض گمراہ فرقوں کا موقف: اہل علم وتحقیق نے نصوص وعد ووعید کے باب میں چند گمراہ فرقوں کا ذکر کیا ہے جن سے اس باب میں عظیم غلطی سرزد ہوئی ہے:

١-**جہمیہ وخوارج:** ان دونوں فرقوں کا گمان ہے کہ نصوص وعید کا مرتکب اسلام سے مکمل طور پر خارج ہے، اور اس کا انجام کار جہنم کے علاوہ کچھ نہیں، اگر چہ اس نے کلمہ پڑھا ہے اور بعض نیک اعمال بھی انجام دیا ہے، ان دونوں فرقوں نے نصوص وعد کو مکمل طور پر مہمل اور بیکار چھوڑ دیا۔

٢-**مرجئہ:** اس فرقے کا گمان ہے کہ نصوص وعد کو اپنانے والا کامل مومن ہے اور اس کا ٹھکانا جنت کے سوا کچھ نہیں، اگر چہ وہ گناہ کبیرہ میں لت پت ہو، اس فرقے نے نصوص وعید کو بالکلیہ مہمل اور بیکار چھوڑ دیا۔

ان دونوں فرقوں کا منہج اور عقیدہ غلط وبے بنیاد ہے کیونکہ دونوں نے بعض نصوص کو تو لے لیا جبکہ بعض کا انکار کر دیا، اور دونوں گروہ اللہ تعالی کے اس فرمان کے مستحق ٹھہرے: أَفَتُؤمِنُونَ بِبَعضِ الكِتَابِ وَتَكفُرُونَ بِبَعضٍ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفعَلُ ذَلِكَ مِنكُم إِلا خِزيٌ فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَيَومَ القِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ العَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعمَلُونَ{ [البَقَرَة: ٨٤-٨٥]۔

ترجمہ: کیا بعض احکام پر ایمان رکھتے ہو اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہو؟ تم میں سے جو بھی ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو کہ دنیا میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت عذاب کی مار اور اللہ تعالی تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

اسی طرح دونوں کے اس باطل عقیدہ ونظریہ کی بنیاد قرآن وحدیث کے بہت سارے نصوص کا انکار لازم آئے گا۔

پانچواں مسئلہ: نصوص وعد ووعید کا انکار: نصوص وعد ووعید کا ذکر قرآن کریم اور صحیح احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے، ساتھ ہی ساتھ یہ نصوص قطعیہ ہیں، لہذا ان تمام نصوص پر ایمان، ان کی تعظیم اور ان نصوص پر عمل ایک صحیح العقیدہ مسلمان سے مخفی نہیں۔

ان نصوص کی قطعیت کے باوجود کچھ نام نہاد مسلمانوں نے ان کا انکار کیا ہے یا انہیں وہم وخیال اور تخییل کے قبیل میں ذکر کیا ہے، جیسا کہ فلاسفہ اور بعض غالی صوفیوں کا عقیدہ ہے۔

چھٹا مسئلہ: نصوص وعد وعید کی وجہ سے کسی شخص کو قطعیت کے ساتھ جنتی یا جہنمی قرار نہیں دیا جائے گا: جنت وجہنم برحق ہے، اور یہ بھی برحق ہے کہ اللہ تعالی اپنے کچھ بندوں کو اپنے فضل وکرم سے اول وہلہ ہی میں جنت میں داخل کردے گا اور کچھ سزا بھگتنے کے بعد جنت میں داخل کیے جائیں گے، جبکہ کچھ بندے جہنمی ہونگے، ان میں سے کچھ جہنم سے نکالے جائیں گے، اور کچھ کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیش جہنم ہی ہوگا۔

اہل سنت والجماعت کا مشہور قاعدہ ہے کہ کسی کے عمل کی وجہ سے اس کو جزم ویقین کے ساتھ جنتی یا جہنمی نہیں کہہ سکتے، سوائے ان معین لوگوں کے جنہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت کے ساتھ جنت یا جہنم کی بشارت دی ہے، جیسا کہ بہت سارے اعیان صحابہ کرام کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، جبکہ ابو لہب اور اس کی بیوی، ابوطالب، اور عمرو بن لحی وغیرہ کو جہنمی قرار دے دیا گیا ہے۔

بعینہ کسی مسلمان کو جنتی کہنا یا جہنمی قرار دینا نصوص قرآن وحدیث کی صریح خلاف ورزی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: فَعَن أَبِي هُرَيرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ »لَن يُدخِلَ أَحَدًا مِنكُم عَمَلُهُ الجَنَّةَ« قَالُوا: وَلَا أَنتَ؟ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: »وَلَا أَنَا، إِلَّا أَن يَتَغَمَّدَنِيَ اللهُ مِنهُ بِفَضلٍ وَرَحمَةٍ« [صحيح مسلم حديث: ٢٨١٦]۔ یعنی کسی کا عمل اسے جنت میں داخل نہیں کر سکتا۔

اسی طرح کسی مسلمان کو محض اس کے بعض اعمال کی وجہ سے جہنمی کہنے والوں کو یہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھنی چاہئے، فعن عبدالله ابنَ عُمَرَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ: "أَيُّمَا امرِئٍ قَالَ لِأَخِيهِ: يَا كَافِرُ، فَقَد بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِن كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَت عَلَيهِ" [صحيح مسلم حديث: ٦٠]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: اگر کسی نے اپنے بھائی کو کہا: اے کافر! تو یہ کفر دونوں میں سے ایک کی طرف لوٹ جائے گا، اگر کافر کہنے والا اپنے قول میں درست ہے تو ٹھیک ورنہ یہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ جائے گا۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نصوص قرآن وحدیث کی صحیح سمجھ دے اور سلف صالحین کے فہم ومنہج کے مطابق انہیں سمجھنے، عقیدہ بنانے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ ☆☆

عبدالولی عبدالقوی، سعودی عرب

امامت نماز کے احکام ومسائل
کتاب وسنت کی روشنی میں

الحمد لله الذی خلق العباد لعبادته و أمرهم بتوحيده و طاعته و أشهد أن لا الـه الا الله وحده لا شريک له فی ربوبيته و الهيته و أشهد أن محمدا عبـده و رسـولـه و عـلـى آله و أصحابه و من اتبع سبيله ودعا بدعوته و سلم تسليما کثيرا و بعد:

(۱)امامت نماز کا زیادہ حقدار کون؟

امامت نماز کا زیادہ حقدار وہ ہے جو قرآن کریم کا زیادہ پڑھا ہوا ہو، پھر وہ جو سنت کا علم زیادہ رکھنے والا ہو، پھر وہ جس نے پہلے ہجرت کی ہو، پھر وہ جس نے پہلے اسلام قبول کیا ہو، پھر وہ جو عمر میں بڑا ہو۔

ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”یـؤم الـقـوم أقـرؤهـم لـكـتـاب الله فان كانوا فی القراء ة سواء فـأعـلـمهم بالسنة فان كانوا فی السنة سواء فأقدمهم هجرة فان كانوا فی الهجرة سواء فأقدمهم سلما و فی رواية سنا “

لوگوں کی امامت وہ کرائے جوان میں سب سے زیادہ قرآن کریم کا پڑھا ہوا ہو، اگر قرآن کریم کے پڑھنے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہو(یعنی احکام ومسائل سب سے زیادہ جانتا ہو) پھر اگر سنت کے علم میں سب برابر ہوں، تو پھر امامت وہ کرائے جس نے پہلے ہجرت کی ہو، اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا اور ایک روایت میں ہے جس کی عمر زیادہ ہو۔(مسلم، المساجد باب من أحق بالامامة ح ٦٧٣)

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”**اذا كـانـوا ثـلاثة فـليـؤمهم أحدهم و أحقهم بالامامة أقرؤهم**“ جب(کسی جگہ پر) تین لوگ ہوں تو ان میں سے ایک ان کی امامت کرائے اور امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو ان میں قرآن کریم زیادہ پڑھا ہوا ہو۔(مسلم/المساجد ٦٧٢،نسائی/الامامة ٧٨٣)

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے والد سے فرمایا:”**فـاذا حـضـرت الـصـلاة فليؤذن أحدكم و ليؤمكم أكثركم قـرآنـا** “جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور تمہاری امامت وہ شخص کرائے جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے قبیلہ میں سب سے زیادہ قرآن مجھے یاد تھا پس مجھے امام بنایا گیا، حالانکہ میری عمر چھ یا سات سال تھی۔(بخاری، المغازی باب مقام النبی بمكة زمن الفتح ح ٤٣٠٢)

❁ امام اعظم یا اس کا نائب امامت کا زیادہ حقدار ہے:

اگر امام اعظم یا اس کا نائب موجود ہو تو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کا امامت کرنا جائز نہیں ہے۔

❁ صاحب گھر امامت کا زیادہ حقدار ہے:

اگر صاحب گھر امامت کے لائق ہو، تو وہ اپنے گھر والوں میں امامت کا زیادہ حقدار ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کا امامت کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”**و لا يؤم الرجل فی بيته و لا فی سلطانه و لا يجلس على تكرمته الا باذنه**“ اور کوئی شخص کسی کے گھر میں یا اس کی جائے سلطنت میں اس کی اجازت کے بغیر امامت نہ کرائے اور نہ ہی اس کی اجازت کے بغیر اس کے خاص بیٹھنے کی جگہ پر بیٹھے۔(ابوداؤد/ الصلاۃ باب من أحق بالامامة ٥٨٢، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد ١١٦/١ ح ٥٤٢)

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر صاحب خانہ باعتبار قراءت وعلم کے امامت کا اہل ہو، تو وہ اپنے اہل خانہ میں امامت کا زیادہ حقدار ہے۔(عون المعبود ٢١٩/٢)

نیز صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”**لا يؤمن الرجل الرجل فی أهـلـه و لا فـی سـلـطـانـه و لا يـقـعد فی بيته على تكرمته الا باذنه**“(مسلم، المساجد باب من أحق بالامامة ح ٦٧٣) بلا اجازت کوئی شخص کسی کے اہل خانہ اور اس کی جائے سلطنت میں امامت نہ کرائے اور نہ کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔

❁ امام مسجد امامت کا زیادہ حقدار ہے:

اگر مسجد کے لئے متعین امام ہو تو وہ امامت کا زیادہ حقدار ہے اور اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کسی اور کا امامت کرانا درست نہیں ہے گرچہ دوسرا شخص علم وتقوی میں امام سے بہتر ہو۔

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تنخواہ دار مسجد کا امام مسجد میں صاحب گھر کی حیثیت سے ہے، لہذا اس کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر امامت درست نہیں ہے، ہاں اگر وہ موجود نہ ہو تو کسی دوسرے کا امامت کرانا جائز ہے۔ (الکافی ۱/۴۲۳)

(۲) کس کی امامت درست ہے اور کس کی امامت درست نہیں ہے:

(۱) فاسق کی امامت :

"فسق" کے لغوی معنی نکل جانے کے ہیں، کہا جاتا ہے "فسقت التمرة" جب کھجور اپنے شگوفہ کے غلاف سے نکل جائے۔ (معجم مقاییس اللغة لابن فارس ۵۰۲/۴)

اصطلاح شرع میں فاسق اس کو کہتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے یا بکثرت صغیرہ گناہ انجام دے۔ (المطلع علی ابواب الفقه ص ۵۱)

چنانچہ فاسق اس کو کہتے ہیں جو شرک و کفر سے کمتر درجہ کا کبیرہ گناہ انجام دینے یا صغیرہ گناہ پر مصر رہنے کی وجہ سے اللہ کی اطاعت سے نکل گیا ہو۔

فاسق کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: فاسق عملی: وہ جو شرک و کفر سے کمتر درجہ کے کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو جیسے کہ زنا کاری، چوری، لواطت، شراب نوشی، قتل وغیرہ یا کسی صغیرہ گناہ پر مصر ہو جیسے کہ نظر بازی، تمباکو نوشی وغیرہ

دوسری قسم: فاسق اعتقادی: مثلا وہ جو کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کفر تک پہنچ گیا ہو، جیسے کہ روافض، غالی قسم کے جہمیہ یا یوم آخرت کا انکار کرنے والے لوگ وغیرہ

چوں کہ امامت افضل ترین عمل ہے چنانچہ امام ایسا ہونا چاہئے جو لوگوں میں افضل اور قوم کے لئے عمدہ نمونہ ہو۔

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور پھر آپ کے انتقال کے بعد خلفائے راشدین مسلمانوں کی امامت کراتے تھے، جو امت کے افضل ترین لوگ تھے۔

اہل علم کے صحیح قول کے مطابق فاسق کی امامت درست ہے اگر اس کا فسق اسے دین اسلام سے خارج نہ کرتا ہو، لیکن ایسے شخص کو امام متعین کرنا درست نہیں ہے۔

ذیل میں ہم بعض دلائل کا ذکر کرتے ہیں:

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہارے اوپر ایسے امراء مسلط ہو جائیں گے جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کریں گے؟ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے ایسے وقت میں کیا حکم دیتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

"صل الصلاة لوقتها فان أدركتها معهم فصل فانها لک نافلة"

تم نماز اس کے وقت پر پڑھ لینا اور اگر ان کے ساتھ بھی مل جائے تو پڑھ لینا یہ تمہارے لئے نفل ہو جائے گی۔ (مسلم/المساجد ۶۴۸، ابوداؤد ۴۲۷)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یصلون لکم فان أصابوا فلكم و لهم و ان أخطأوا فلكم و عليهم" یہ لوگ جو تمہیں نماز پڑھاتے ہیں، اگر درست پڑھائیں گے تو تمہارے لئے اور ان کے لئے بھی ثواب ہے اور اگر غلط کریں گے تو تمہارے لئے ثواب اور ان پر عقاب ہے۔ (بخاری، الاذان باب اذا لم يتم الامام و أتم من خلفه ح ٦٩٤)

وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امراء کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی اور واضح فرما دیا کہ اگر درست پڑھائیں تو سب کے لئے اجر ہے اور اگر غلط کریں تو ان پر گناہ ہے اور مقتدیوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور آپ ﷺ نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع نہیں فرمایا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے۔

صحیح بخاری میں عبید اللہ بن عدی بن خیار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت گئے جب وہ محصور ہو چکے تھے، ان سے کہا: آپ مسلمانوں کے امام ہیں اور جو کچھ آپ کے ساتھ ہو رہا ہے، ہم دیکھ رہے ہیں اب ہمیں باغیوں کا سردار نماز پڑھاتا ہے اور ہم اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں حرج محسوس کرتے ہیں، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا:

الصلاة أحسن ما يعمل الناس فاذا أحسن الناس فأحسن معهم و اذا أساء وا فاجتنب اساء تهم نماز آدمی کے بہترین کاموں میں سے ہے جب لوگ اچھا کام کریں تو تم بھی کرو اور جب وہ برا کریں تو تم برائی سے الگ رہو۔ (بخاری، الاذان باب امامة المفتون و المبتدع ح ٦٩٥)

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاسق و فاجر ائمہ کے پیچھے جمعہ و جماعت پڑھتے تھے اور اپنی نمازوں کو دہراتے نہیں تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو قتل و خون ریزی میں معروف تھا، اسی طرح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ولید بن عقبہ بن معیط کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جو شراب پیتا تھا۔ (مجموع فتاوی ابن باز ۱۲/۱۱۴، الشرح الممتع ۴/۳۰۶)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو شخص شرک و کفر سے ادنی درجہ کے فسق کا مرتکب ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے، چنانچہ اگر کسی نے داڑھی چھیلنے والے، سگریٹ نوش، سود خور، زنا کار، چور کے پیچھے نماز پڑھی، تو اس کی نماز درست ہے۔

رہا مسئلہ دوسری قسم کے لوگوں کا جو کسی کبیرہ گناہ کے ارتکاب کی وجہ سے کفر تک پہنچ گئے ہوں، تو ان کے پیچھے بالاتفاق نماز جائز نہیں ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اہل علم کے راجح قول کے مطابق اس مسلمان کے پیچھے نماز جائز ہے جو بعض گناہوں کا مرتکب ہو، لیکن راہ راست پر گامزن شخص کے پیچھے نماز افضل ہے، ہاں اگر امام ایسے امور کا مرتکب ہو جو اسے دین اسلام سے خارج کر دیتے ہوں، تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (فتاوی ارکان الاسلام ص ۳۷۳)

(۲) بدعتی کی امامت:

بدعت کی تعریف: لغت میں لفظ بدعت اس چیز کے لئے بولا جاتا ہے جو بغیر کسی سابقہ مثال کے ایجاد کی گئی ہو، یعنی نئی چیز، اسی بنا پر اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جسے کسی نے اس سے پہلے ایجاد نہیں کیا تھا تو کہا جاتا ہے "ابتدع" یعنی اس نے نئی چیز ایجاد کی۔ (لسان العرب لابن منظور ج ۸/ ۶)

اسی سے کہا جاتا ہے "أبدع الشاعر" یعنی شاعر نے بغیر کسی سابقہ مثال کے اچھوتا کلام پیش کیا۔ (تاج العروس ج ۱/ ۵۰۹۳)

بدعت کی اصطلاحی تعریف:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دین اسلام میں بدعت ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ تو اللہ تعالی نے مشروع کیا ہو نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو نہ واجب نہ مستحب"۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج ۴/ ۱۰۷)

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو"۔

پھر ایک دوسری تعریف میں لکھتے ہیں: بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر وہی مقصود ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے۔ (الاعتصام ۳۰ طبعہ بیروت)

بدعت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) بدعت مکفرہ (۲) بدعت غیر مکفرہ

بدعت مکفرہ سے مراد خلاف شرع وہ امور ہیں جن کے ارتکاب سے بندہ مسلم کفر تک پہنچ جاتا ہے، مثلا غیر اللہ سے فریاد طلب کرنا، اللہ کے سوا غیر کو پکارنا، غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا قبروں پر سجدہ کرنا وغیرہ' تو ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

اور بدعت غیر مکفرہ سے مراد خلاف شرع وہ امور ہیں جن کے ارتکاب سے بندہ مسلم گناہ گار تو ہوتا ہے، لیکن کفر تک نہیں پہنچتا مثلا زبان سے نیت کرنا' عید میلاد النبی کے جشن منانا وغیرہ، تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔

فتوی کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے:

اگر امام کی بدعت ایسی ہو جو اسے کفر تک پہنچاتی ہو، مثلا وہ غیر اللہ سے فریاد طلب کرتا ہو، یا اللہ کے سوا غیر کو پکارتا ہو، یا غیر اللہ کے لئے ذبح کرتا ہو، تو یہ شرک اکبر ہے ایسے شخص کو امام بنانا یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اور اگر اس کی بدعت اسے کفر تک نہیں پہنچاتی ہے، تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے مثلا وہ زبان سے نیت کرتا ہو.. (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۷/ ۳۶۴)

(۳) مجهول العقيدة امام کے پیچھے نماز کا حکم:

اگر کوئی شخص بظاہر مسلمان ہو اور اس کے عقیدہ کا حال معلوم نہ ہو لیکن اس کے عقیدہ کی بابت کسی بے راہ روی کا پتہ نہ چلا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۷/ ۳۶۵)

(۴) بچے کی امامت: بچے کی امامت درست ہے۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے والد سے فرمایا: "فاذا حضرت الصلاة فليؤذن أحدكم و ليؤمكم أكثركم قرآنا" نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے کوئی ایک اذان دے اور تمہاری امامت وہ شخص کرائے جسے قرآن زیادہ یاد ہو۔

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے قبیلہ کے لوگوں نے اس پر غور کیا تو مجھ سے زیادہ کسی کو قرآن یاد نہ تھا کیوں کہ میں قافلہ والوں سے قرآن کریم سیکھ لیا کرتا تھا، پس انھوں نے امامت کے لئے مجھے آگے بڑھا دیا، جب کہ میری عمر چھ یا سات سال تھی۔ (بخاری، المغازی باب مقام النبی بمكة زمن الفتح ح ۴۳۰۲)

مذکورہ بالا حدیث بچے کی امامت کی صحت پر دلیل ہے، عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کی موجودگی میں امامت کراتے رہے، لیکن کسی صحابی نے نکیر نہ کی، نیز وہ زمانہ نزول وحی کا تھا اگر بچے کی امامت درست نہ ہوتی تو اس کی ممانعت کی بابت وحی نازل ہو جاتی۔

(۵) نابینا کی امامت: نابینا شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین مقرر کیا، وہ لوگوں کی امامت کراتے تھے حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (ابو داؤد/ الصلاۃ باب امامۃ الاعمی ح ۵۹۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۱۱۸ ح ۵۵۵)

اور سنن ابوداؤد ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ابن ام مکتوم کو مدینہ منورہ پر دو بار اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ (ابوداؤد/ الخراج والفیء والامارۃ باب فی الضریر یولی ح ۲۹۳۱ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۲/ ۵۶۶ ح ۲۵۴۳)

علامہ شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ حدیث دلیل ہے کہ نابینا کی امامت بلا کراہت درست ہے"۔ (عون المعبود ۲/ ۲۲۹)

(۶) مرد کا عورتوں کی امامت کرانا:

اس کے مندرجہ ذیل چار احوال ہیں:

پہلی حالت: مرد امامت کرائے اور عورتیں مردوں کے ساتھ مسجد میں ہوں، یہ عمل جائز ہے جیسا کہ عہد نبوی میں عورتیں مسجد میں نماز باجماعت کے لئے آتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتی تھیں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مومنہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی نماز فجر میں حاضر ہوتی تھیں، جب نماز ختم ہوجاتی تو اپنے گھروں کو لوٹ جاتی تھیں اندھیرے کی وجہ سے کوئی انھیں پہچانتا نہیں تھا۔(بخاری، مواقیت الصلاۃ ۵۷۸، مسلم، المساجد ۶۴۵)

دوسری حالت: مرد عورتوں کی امامت کرائے اور ان کے ساتھ اس کا کوئی محرم یا کوئی دوسرا مرد ہو، تو یہ جائز ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی دادی ملیکہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے پر بلایا جو آپ کے لئے تیار کیا گیا تھا، آپ نے اس میں سے کھایا اور فرمایا اٹھو تا کہ میں تمہیں نماز پڑھاؤں، میں ایک چٹائی کی طرف بڑھا جو کثرت استعمال سے سیاہ ہوچکی تھی، اسے پانی سے صاف کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور ایک یتیم بچہ میرے ہمراہ کھڑا ہوا اور بڑھیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی، پس آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔(بخاری، الاذان باب وضوء الصبیان ح ۸۶۰، ۳۸۰)

تیسری حالت: مرد صرف ایک اجنبیہ عورت کی امامت کرائے، یہ جائز نہیں ہے، کیوں کہ یہ عمل اجنبیہ کے ساتھ خلوت کی قبیل سے ہے اور اجنبیہ کے ساتھ خلوت شرعا حرام ہے۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **”لا یخلون رجل بامرأة الا مع ذی محرم“** کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔(بخاری، النکاح ۵۲۳۳، مسلم، الحج ۱۳۴۱)

چوتھی حالت: مرد متعدد اجنبیہ عورتوں کی امامت کرائے نہ تو وہاں کوئی دوسرا مرد ہو اور نہ ہی اس کا کوئی محرم ہو، اس مسئلہ میں اہل علم کی دو رائیں ہیں، بعض جواز اور بعض کراہت کے قائل ہیں، راجح اس کا جائز ہونا ہے۔

علامہ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ مرد کا دو یا دو سے زیادہ عورتوں کا امامت کرانا مکروہ نہیں ہے کیوں کہ دو یا دو سے زائد عورتوں کے ہونے کی وجہ سے خلوت ختم ہوگئی ہے، بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو، اگر فتنہ کا خوف ہو تو مرد کا اجنبیہ عورتوں کی امامت کرانا حرام ہوگا، کیوں کہ جو کام حرام کا ذریعہ ہو وہ بذات خود حرام ہے۔(الشرح الممتع ۴/ ۳۵۲)

(۷) عورت کا مردوں کی امامت کرانا:

عورت کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مردوں کی امامت کرائے۔

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **”خیر صفوف الرجال أولها و شرها آخرها و خیر صفوف النساء آخرها و شرها أولها“** مردوں کی صفوں میں (ثواب کے لحاظ سے) سب سے بہتر پہلی صف ہے اور سب سے بری آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بری پہلی صف ہے اور سب سے بہتر آخری صف ہے۔(مسلم، الصلاۃ باب تسویۃ الصفوف ح ۴۴۰)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ عورتوں کے کھڑے ہونے کی جگہ مردوں سے پیچھے ہے اور امام کے کھڑے ہونے کی جگہ آگے ہے، لہذا عورت کی امامت جائز نہیں ہے۔

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **”لن یفلح قوم ولو أمرهم امرأة“** وہ قوم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی جس نے اپنے معاملات کا ذمہ دار کسی عورت کو بنا دیا۔(بخاری/ المغازی ۴۴۲۵)

اور امامت ایک طرح کی ولایت ہے جو عورت کے لئے جائز نہیں ہے۔

(۸) عورت کا عورتوں کی امامت کرانا:

عورت کا عورتوں کی امامت کرانا جائز ہے۔

ام ورقہ انصاریہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔(ابوداؤد/ الصلاۃ ۵۹۲، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۱۱۸ ح ۵۵۳)

عبد الرحمن بن خلاد رضی اللہ عنہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کہا کرتے تھے ہمیں لے چلو، ہم شہیدہ کی زیارت کریں اور آپ ﷺ نے ان کے لئے اجازت دی تھی کہ ان کے لئے اذان کہی جائے اور وہ اپنے گھر والوں کے لئے فرض نماز کی امامت کریں اور انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا۔(صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۸۹، مستدرک حاکم ۱/ ۳۲۰)

ام الحسن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ عورتوں کی امامت کراتی تھیں اور ان کے ساتھ ان کی صف میں کھڑی ہوتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ ۱/ ۴۳۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ بالا دونوں آثار کے ذکر کے بعد کہا: ”مجموعی طور پر یہ آثار قابل عمل ہیں“ دیکھئے: تمام المنۃ ص ۱۵۴)

فتوی کمیٹی سعودی عرب کے ایک فتوی میں کہا گیا ہے:

عورت کے لئے عورتوں کی امامت جائز ہے، یہ امامت کرانے والی عورت عورتوں کے بیچ میں کھڑی ہوگی اور اگر نماز پڑھنے والی صرف ایک ہی عورت ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑی ہوگی۔ (فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۷/ ۳۹۰)

(۹) بے وضو یا ناپاک شخص کی امامت:

جیسا کہ یہ بات معلوم ہے کہ نماز کے لئے چھوٹی و بڑی ناپاکی سے پاکی ضروری

ہے، لیکن اگر کوئی شخص بھول کی وجہ سے بلاوضو یا بحالت جنابت بغیر غسل کے نماز پڑھادے، پھر اسے بعد میں یاد آجائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟

اس مسئلہ میں اہل علم کی راجح رائے یہ ہے کہ مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، ان پر نماز کا اعادہ نہیں ہے البتہ امام پر نماز کا اعادہ ہے۔

جیسا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک بار لوگوں کو بحالت جنابت نماز پڑھادی (یاد آنے پر) انھوں نے خود نماز دہرائی، لیکن لوگوں کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ (دارقطنی، الصلاۃ باب صلاۃ الامام وہو جنب ح ۱۳۷۱)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا صحابہ کی جماعت میں کیا کہ خود تو نماز دہرائی اور انہیں نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا لیکن صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ (التمہید ۱/۱۸۲)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

خلفاء راشدین کی یہ سنت رہی ہے کہ اگر وہ ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھادیتے اور پھر نماز کے بعد جنابت دیکھتے تو خود تو نماز دہراتے لیکن لوگوں کو نماز دہرانے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ (الفتاوی الکبری ۲/۳۱۶)

(۱۰) اس شخص کی امامت جسے اس کی قوم کے لوگ ناپسند کرتے ہوں:

اس شخص کی امامت مکروہ ہے جسے اس کی قوم کے لوگ کسی دینی خرابی کی بناپر ناپسند کرتے ہوں۔

ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”ثلاثة لا تجاوز صلاتهم آذانهم العبد الآبق حتى يرجع و امرأة باتت و زوجها عليها ساخط و امام قوم و هم له كارهون“

تین قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے کان سے اوپر نہیں بڑھتی ہے (۱) اپنے آقا سے بھاگا ہوا غلام یہاں تک کہ واپس لوٹ آئے (۲) وہ عورت جس نے رات بسر کی اور اس کا شوہر اس پر ناراض تھا (۳) ایسا امام کہ اسے اس کی قوم کے لوگ ناپسند کرتے ہوں۔ (ترمذی/ الصلاۃ ۳۶۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھئے: مشکاۃ المصابیح ۱/ ۲۴۷ ح ۱۱۲۲، صحیح الترغیب والترہیب ۱/ ۱۱۷ ح ۴۸۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اگر لوگ اسے کسی دینی معاملہ مثلاً اس کے جھوٹ، ظلم، جہالت یا بدعت وغیرہ کی بناپر ناپسند کرتے ہوں اور دوسرے کو اس لئے پسند کرتے ہوں کہ وہ اس سے زیادہ دیندار ہو مثلاً اس سے زیادہ سچا، صاحب علم ودین ہو، تو ضروری ہے کہ امام اسے متعین کیا جائے جسے لوگ پسند کرتے ہوں اور یہ شخص جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اس کے لئے امامت کرنا جائز نہیں ہے۔ (مجموع فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/۳۷۳)

لیکن اگر لوگ اسے اس بناپر ناپسند کرتے ہوں، کہ وہ صاحب دین اور سنت پر عمل کرنے والا ہو، تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے بلکہ گناہ اس پر ہے جو ناحق اسے ناپسند کرتا ہے۔ (الملخص الفقہی ص ۲۲۴)

(۱۱) نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز درست ہے:

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے، پھر اپنے قبیلہ کی مسجد میں آتے اور انھیں عشاء کی نماز پڑھاتے۔ (بخاری/ الاذان ۷۰۰، ۷۱۱، مسلم/ الصلاۃ ۴۶۵)

امام ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز درست ہے۔ (شرح البخاری لابن رجب ۵/ ۱۲۵)

امام نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

اس حدیث میں دلیل ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز درست ہے، کیوں کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ فرض نماز پڑھتے تھے، پھر دوبارہ اسی نماز کو اپنی قوم کو پڑھاتے تھے جو ان کے لئے نفل ہوتی تھی۔ (شرح النووی علی صحیح مسلم ۲/ ۱۸۵)

امام صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ حدیث دلیل ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی نماز درست ہے، کیوں کہ معاذ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ساتھ عشاء کی فرض پڑھتے تھے، پھر قوم کے لوگوں کو عشاء پڑھاتے تھے جو ان کے لئے نفل ہوتی تھی۔ (سبل السلام ۲/ ۳۷)

(۱۲) فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والے کی نماز درست ہے:

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو تنہا نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا کوئی آدمی اس پر صدقہ نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے۔ (ابوداود/ الصلاۃ ۵۷۴، ترمذی ۲۲۰، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداود ۱/۱۱۴ ح ۵۳۷)

یزید بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نبی ﷺ کے ساتھ آپ کے حج میں حاضر ہوا میں نے آپ کے ساتھ نماز فجر مسجد خیف میں پڑھی، اس وقت میں نوجوان تھا جب آپ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے دو آدمیوں کو دیکھا جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، ان دونوں کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، ان کے جسم کانپ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟ تو ان دونوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”لا تفعلا، اذا صليتما في رحالكما ثم أتيتما مسجد جماعة

فصلیا معهم فانها لکما نافلة" ایسا نہ کرو جب تم اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر جماعت والی مسجد میں آؤ تو ان کے ساتھ بھی پڑھ لو، یہ دوسری نماز تمہارے لئے نفل ہوگی۔(ترمذی/ الصلاۃ۲۱۹،نسائی۸۵۹علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے:مشکاۃ المصابیح ۱/ ۲۵۵ح ۱۱۵۲)

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: تم اس وقت کیا کروگے جب تمہارے اوپر ایسے امراء مسلط ہو جائیں گے جو نماز کو اس کے وقت سے موخر کریں گے؟ میں نے پوچھا: اے رسول اللہ ﷺ! ایسے وقت کے بارے میں آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نماز وقت پر پڑھ لو، اگر ان کے ساتھ بھی مل جائے تو پڑھ لو، یہ تمہارے لئے نفل ہوگی۔ (مسلم/ المساجد ۶۴۸)

مذکورہ بالا احادیث سے پتہ چلا کہ فرض پڑھنے والے کے پیچھے نفل پڑھنے والے کی نماز درست ہے۔

امام کے ساتھ مقتدی کے احوال:

امام کے ساتھ مقتدی کے مندرجہ ذیل چار احوال ہیں۔

پہلی حالت: مسابقت: (امام سے پہلے ارکان ادا کرنا)

مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی امام سے پہلے تکبیر، رکوع اور سجدہ وغیرہ کرے۔

امام سے سبقت کرنا حرام، کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے۔

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی جب آپ نے نماز پوری کی تو ہماری جانب رخ پھیرا اور فرمایا:

"**یا ایها الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع و لا بالسجود ولا بالقیام و لا بالانصراف ،انی أراکم امامی و خلفی**" لوگو! میں تمہارا امام ہوں، تم مجھ سے رکوع، سجود، قیام اور سلام پھیرنے میں سبقت نہ کرو، میں تمہیں اپنے آگے اور پیچھے سے دیکھتا ہوں۔(مسلم/ الصلاۃ ۴۲۶)

جب نبی ﷺ بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گئے اور آپ کی جسمانی حرکات میں کسی قدر کمزوری پیدا ہوگئی، تو آپ ﷺ نے اپنے مقتدیوں کو متنبہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:"**یا ایها الناس انی قد بدنت فلا تسبقونی بالرکوع و السجود**" اے لوگو! میرا جسم کسی قدر بھاری ہوگیا ہے، لہذا رکوع اور سجدے کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو۔(بیہقی ۲/۹۳، علامہ الالبانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، دیکھئے: ارواء الغلیل ۲/ ۲۹۰)

شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جملہ ائمہ کے اتفاق کے ساتھ امام سے سبقت کرنا حرام ہے، لہذا کسی بھی نمازی کے لئے جائز نہیں کہ وہ امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کرے۔(فتاوی ابن تیمیہ ۲۳/ ۳۳۶)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**أما یخشی أحدکم أو لا یخشی أحدکم اذا رفع رأسه قبل الامام أن یجعل الله رأسه رأس حمار ؟ أو یجعل الله صورته صورة حمار؟**" جو شخص اپنے سر کو (رکوع اور سجدے میں) امام سے پہلے اٹھا لیتا ہے، کیا وہ ڈرتا نہیں ہے کہ کہیں اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر جیسا نہ بنادے۔ یا یوں فرمایا: یا اللہ اس کی صورت کو گدھے جیسی صورت نہ بنادے۔(بخاری، الاذان باب اثم من رفع رأسه قبل الامام ح ۶۹۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مذکورہ حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: حدیث کے ظاہر کا تقاضا یہ ہے کہ امام سے پہلے سر اٹھانا حرام ہے، کیوں کہ اس فعل پر شکل کے بدل دئے جانے کی وعید آئی ہے جو سخت ترین سزا ہے۔ (فتح الباری ۲/ ۲۱۵)

اگر مقتدی امام سے جان بوجھ کر سبقت کرے، تو اس کی نماز باطل ہے اور اگر بھول کی وجہ سے سبقت کر جائے تو فوراً لوٹ جائے اور امام کی اقتدا کرے۔(دیکھئے: فتاوی اللجنۃ الدائمۃ ۷/ ۳۲۶)

دوسری حالت: موافقت: (امام کے ساتھ ساتھ ادا کرنا)

موافقت کا مفہوم یہ ہے کہ ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہوتے ہوئے امام اور مقتدی کی حرکت میں توافق ہو، مثلا دونوں کا رکوع اور دونوں کا سجدہ برابر ایک ساتھ ہو۔

اہل علم کے راجح قول کے مطابق یہ عمل مکروہ ہے۔ لیکن تکبیر تحریمہ میں امام کی موافقت حرام ہے، ایسا کرنے والے کی نماز صحیح نہیں ہے اور اس پر نماز کا دہرانا واجب ہے۔(فتاوی ارکان الاسلام ۳۷۳، الشرح الممتع ۴/ ۲۶۷)

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"**انما جعل الامام لیوتم به فاذا کبر فکبروا و لا تکبروا حتی یکبر اذا رکع الامام فارکعوا و لا ترکعوا حتی یرکع و اذا سجد فاسجدوا و لا تسجدوا حتی یسجد** " امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہذا جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم اللہ اکبر کہو اور تم اللہ اکبر نہ کہو یہاں تک کہ وہ اللہ اکبر کہہ لے اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور رکوع نہ کرو یہاں تک کہ امام رکوع کرلے اور جب سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور سجدہ نہ کرو یہاں تک کہ وہ سجدہ کرلے۔(ابوداؤد/ الصلاۃ علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد ۱/ ۱۲۰ح ۵۶۳)

مذکورہ حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مقتدی کا عمل امام کے عمل کے بعد ہونا چاہئے نہ کہ اس کے ساتھ۔

تیسری حالت: متابعت: (امام کے بعد اعمال کی ابتدا کرنا)

متابعت یہی شرعاً مطلوب ہے، متابعت کا مفہوم یہ ہے کہ مقتدی کے اقوال و افعال امام کی فراغت کے بعد ہوں، اس کے فارغ ہونے سے پہلے نہیں اور نہ ہی اس کے فارغ ہونے کے کافی دیر بعد، بلکہ جیسے ہی امام اپنے عمل سے فارغ ہو مقتدی اپنی حرکت شروع کردے۔

شیخ محمد بن صالح المنجد رحمہ اللہ نے اس بارے میں ایک عمدہ قاعدہ کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: مقتدی کو چاہئے کہ اپنی حرکت اس وقت شروع کرے جب امام کی زبان سے اللہ اکبر کی راء ختم ہو، مقتدی فوراً ہی اپنے امام کی پیروی میں قیام، رکوع، سجدے وغیرہ کے لئے حرکت کرے، امام کے اللہ اکبر ختم کرنے سے نہ پہلے کرے اور نہ تاخیر کرے، اس طرح معاملہ بڑے صحیح طریقہ سے چلے گا۔ (محرمات استہان بہا الناس ص ۲۶)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "انهم كانوا يصلون خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا رفع رأسه من الركوع لم أر أحدا يحنى ظهره حتى يضع رسول الله صلى الله عليه وسلم جبهته على الأرض ثم يخر من وراءه سجدا" صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے، جب آپ رکوع سے سر اٹھا لیتے اور اپنی پیشانی مبارک کو سجدے میں نہ رکھ دیتے، اس وقت تک کوئی صحابی بھی سجدہ میں جانے کے لئے اپنی کمر کو نہ جھکاتا، آپ کے بعد صحابہ کرام سجدے میں جاتے۔ (مسلم، الصلاۃ باب متابعۃ الامام والعمل بعدہ ح ۴۷۴)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا و لا تكبروا حتى يكبر و اذا ركع فاركعوا و لا تركعوا حتى يركع و اذا قال: سمع الله لمن حمده فقولوا : اللهم ربنا لک الحمد و اذا سجد فاسجدوا و لا تسجدوا حتى يسجد و اذا صلى قائما فصلوا قياما و اذا صلى قاعدا فصلوا قعودا اجمعون" امام اس لئے متعین کیا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور تکبیر نہ کہو یہاں تک کہ وہ تکبیر کہہ چکے، اور جب رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور رکوع نہ کرو یہاں تک کہ وہ رکوع میں چلا جائے اور جب "سمع اللہ لمن حمدہ" کہے، تو تم "ربنا ولک الحمد" کہو اور جب سجدہ کرے تو تم سجدہ کرو اور تم سجدہ نہ کرو یہاں تک کہ وہ سجدہ میں چلا جائے جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ (ابوداؤد/ الصلاۃ ۶۰۳، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، دیکھئے: صحیح ابوداؤد/ ۱۲۰ ح ۵۶۳)

چوتھی حالت: تاخیر: (امام کے اعمال کے بعد تاخیر سے عمل انجام دینا)

تاخیر سے مراد یہ ہے کہ مقتدی امام سے اتنا پیچھے رہ جائے کہ وہ امام کی اقتدا سے خارج ہو جائے مثلاً ایک یا دو رکن یا ایک یا دو رکعت امام سے پیچھے رہ جائے، یہ عمل بھی شرعاً درست نہیں ہے۔

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اذا صليتم فأقيموا صفوفكم ثم ليؤمكم أحدكم فاذا كبر فكبروا اذا قال غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقولوا آمين يحببكم الله فاذا كبر و ركع فكبروا و اركعوا فان الامام يركع قبلكم و يرفع قبلكم" جب نماز پڑھو تو اپنی صفیں سیدھی کرو اور تم میں سے کوئی ایک تمہاری امامت کرائے، تو جب وہ اللہ اکبر کہہ چکے تو تم اللہ اکبر کہو کیوں کہ امام تم سے پہلے رکوع کرتا ہے اور تم سے پہلے سر اٹھاتا ہے۔ (مسلم، الصلاۃ باب التشہد فی الصلاۃ ح ۴۰۴)

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث سے پتہ چلا کہ مقتدی کا عمل امام کے عمل کے بعد ہونا چاہیے اور ان دونوں کے اعمال میں بہت زیادہ فرق نہیں ہونا چاہئے کیوں کہ فرمان نبوی "فاذا كبر الامام فكبروا" میں "فاء" تعقیب اور استعجال کو واجب کرتا ہے۔ (یعنی مقتدی کا عمل امام کے عمل کے فوراً بعد بلا تاخیر ہونا چاہئے) (التمہید ۶/ ۱۴۷)

امام سے پیچھے رہ جانے کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم: بسبب عذر کے امام سے پیچھے رہ جانا۔ دوسری قسم: بغیر کسی عذر کے امام سے پیچھے رہ جانا

پہلی قسم: بسبب عذر کے امام سے پیچھے رہ جانا:

اگر مقتدی بسبب عذر مثلاً نیند، بھول، غفلت، امام کی آواز نہ سننے یا امام کی جلد بازی وغیرہ کی وجہ سے امام سے پیچھے رہ جائے اور امام آگے بڑھ جائے، تو مقتدی فوت شدہ ارکان کو بقدر کفایت پورا کرتے ہوئے امام کو پالے اور اس کی اقتدا کرے۔ لیکن اگر امام دوسری رکعت کے اس مقام تک پہنچ جائے جس حالت میں مقتدی ابھی ہے تو وہ وہیں سے امام کی اقتدا کرنے لگے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت پوری کرے۔

مثلاً امام پہلی رکعت میں کسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا اتنے میں مائیک کی آواز آنی بند ہو گئی، مقتدی امام کی آواز نہ سننے کی وجہ سے قیام ہی میں رہا جب کہ امام پہلی رکعت کے رکوع، سجدہ وغیرہ سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا اس دوسری رکعت میں تلاوت کی آواز مقتدی کو پہنچی اب وہ وہیں سے امام کی اقتدا شروع کر دے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت پوری کرے۔

دوسری قسم: بغیر کسی عذر کے امام سے پیچھے رہ جانا:

اگر مقتدی امام کی اقتدا سے پیچھے رہ جائے، لیکن بعد والے رکن میں اس کو پالے، مثلاً امام نے رکوع کیا مقتدی کسی سورت کی تلاوت کر رہا تھا ایک یا دو آیات باقی رہ گئیں تھیں، وہ کھڑا رہا یہاں تک کہ ان کو پوری کر کے رکوع کیا اور رکوع میں امام کو پالیا، تو اس شخص کی رکعت صحیح ہے، لیکن یہ عمل خلاف سنت ہے اس لئے کہ مشروع یہ ہے کہ جیسے ہی امام رکوع میں جائے مقتدی بھی رکوع کرے۔ اور اگر مقتدی امام سے پیچھے رہ جائے یہاں تک کہ امام ایک یا دو رکن آگے بڑھ جائے تو مقتدی کی نماز باطل ہے، کیوں کہ وہ امام سے بلا کسی عذر کے پیچھے رہ گیا۔ (دیکھئے: الشرح الممتع ۴/ ۲۶۵، صلاۃ الجماعۃ للسدلان ۱۶۲، حاشیۃ الروض المربع ۲/ ۲۸۸)

☆☆☆

شرعی پردے کی شرائط

تحریر: شیخ رائد الحزیمی
ترجمہ: عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

پردے سے متعلق قرآن کریم میں وارد آیات کریمہ کے اندر شرعی پردے کی شرائط مفصل طور پر بیان کی گئی ہیں۔ان آیات کریمہ میں جہاں پردے کی حدود وقیود درج ہیں وہیں مسلمان عورتوں کے لباس کے عام شرعی قاعدے اور گھر سے باہر نکلنے کی کیفیت بھی بیان کی گئی ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَآاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب:۵۹) ترجمہ: اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہوجایا کرے گی پھر نہ ستائی جائیں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت کریمہ میں زینت چھپانے اور اجنبیوں کے سامنے اس کی معمولی سے معمولی کیفیت کے ظاہر نہ کرنے کے وجوب کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (النور:۳۱) ترجمہ: "اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں۔" میں عورت کے اپنے بال ڈھانکنے کی ضرورت کی واضح دلیل ہے کیونکہ صحابیات نے بھی اپنے بال ڈھانک لئے تھے۔

ان آیات سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ پردے کا مقصد مسلمان عورت کی عفت وعصمت اور اس کے وجود کا تحفظ نیز گناہوں اور زندگی کی مشکلات سے بچانے کے لئے مردوں کی نظروں سے دور رکھنا ہے۔انہیں مقاصد کے حصول کے لئے اسلامی شریعت نے شرعی پردے کے اوصاف بیان کئے ہیں جن میں سے اہم اوصاف درج ذیل ہیں:

لباس جسم کو ڈھانپنے والا ہو: پردے کی پہلی شرط یا صفت یہ ہے کہ لباس عورت کے جسم کو سر کی مانگ سے لیکر پیر کے تلوے تک ڈھانپنے والا ہو (چہرے کے سلسلے میں اختلاف کے ساتھ)۔جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارے رہیں۔) دوسری جگہ فرمایا: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (الاحزاب:۵۹) (وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں) لہذا ضروری ہے کہ ہر مسلمان عورت اس بات کا خیال رکھے کہ اس کا پردہ اس کے پورے جسم کو ڈھانپنے والا ہوتا کہ نظروں اور شکوک وشبہات سے دور رہ سکے اور ان فسادیوں کا راستہ ہی بند ہوجائے جو عورتوں سے مختلف ذاتی لالچ کی خاطر کھلواڑ کرتے ہیں۔

حجاب بذات خود مزین نہ ہو: کیونکہ حجاب کا مقصد پردہ اور پاکدامنی کا حصول ہے۔لیکن جب حجاب بھڑکاؤ زینت کی شکل اختیار کرلے گا تو اس کا مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔اسی لئے اس کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا (النور:۳۱) ترجمہ: "اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو ظاہر ہے۔" چنانچہ مزین وچمک دمک والا حجاب، شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے۔دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب:۳۳) ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیمی جاہلیت کے زمانے کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کرو۔"

حجاب کشادہ ہو تنگ نہ ہو: کیونکہ تنگ لباس مطلوبہ پردے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا۔لہذا جب تک مسلمان عورت کا لباس ڈھیلا ڈھالا نہ ہوگا وہ ممنوعہ بے پردگی میں شمار ہوگا۔تنگ لباس سے عورت کے پوشیدہ اعضاء واضح ہوجاتے ہیں اور رانوں اور کمر کا سائز جھلکتا ہے، اسی طرح عورت کا جوڑ جوڑ نمایاں ہوجاتا ہے۔جس سے خبیث لوگوں اور بیمار دلوں کے لئے کشش کا سامان فراہم ہوتا ہے۔حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک موٹی قبطی چادر عنایت کی جسے آپ کے لئے دحیہ کلبی نے تحفے میں دیا تھا چنانچہ وہ میں نے اپنی بیوی کو پہنا دی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی بیوی کو حکم دو کہ وہ اس کے نیچے غلالہ (اِنر) پہنے کیونکہ مجھے خدشہ ہے کہ یہ چادر اس کی ہڈیوں کا سائز نمایاں کرے گی۔

اسی طرح ام جعفر بنت مقعد بن جعفر سے مروی ہے کہ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے اسماء! عورتوں (کے جنازے) پر کپڑا ڈال دیا جاتا ہے اور اس سے (اس کے جسم کی ساخت) نمایاں ہوتی ہے، یہ مجھے بہت خراب لگتا ہے تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر! کیا میں تجھے وہ نہ بتاؤں جو میں نے ملک حبشہ میں دیکھا؟ پھر کھجور کی تر ٹہنیاں منگائیں اور انہیں ٹیڑھا کیا اور ان پر کپڑا ڈال دیا۔اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ کتنا اچھا اور خوبصورت ہے! اس کے ذریعہ عورت مرد سے ممتاز بھی ہوجاتی ہے۔جب میں مرجاؤں تو تم اور علی مجھے غسل دینا۔تمہارے علاوہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔چنانچہ جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں نے اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) نے انہیں غسل دیا۔" امام البانی رحمہ اللہ اس حدیث پر حاشیہ میں رقمطراز ہیں: "دیکھئے! کس طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو اللہ کے رسول کی لخت جگر ہیں ایسے کپڑے کو بھی کس قدر ناپسند فرماتی تھیں جس سے میت کی بے پردگی ہو۔ پھر زندہ ایسا کپڑا استعمال کرے تو یہ تو اور بھی زیادہ قبیح اور برا ہے۔

موجودہ زمانے میں مسلم عورتیں جو تنگ لباس استعمال کرتی ہیں اور اللہ سے گناہوں کی معافی بھی طلب کرتی ہیں انہیں اس پر غور کرنا چاہئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو دھیان میں رکھنا چاہئے کہ شرم وحیاء اور ایمان دونوں ملے ہوئے ہیں جب ایک ختم ہوتا ہے تو دوسرا بھی اپنے آپ ختم ہوجاتا ہے۔"

اے مسلم خواتین! آپ پر لازم ہے کہ اس سلسلے میں امہات المؤمنین کے نقش قدم پر چلو کیونکہ اسی میں دین ودنیا کی درستگی ہے نیز بعد میں آنے والے جم غفیر کے رویے اور چمک دمک سے دھوکا نہ کھاؤ۔ کیونکہ بزرگوں کی اتباع میں بھلائی اور بعد والوں کی نئی ایجاد کردہ باتوں میں سراپا برائی ہے۔

لباس موٹا ہو جس میں سے جسم نظر نہ آئے: عورت کے کپڑے موٹے نہیں ہوں گے تو جسم کی ساخت اور فتنے کی جگہیں نمایاں ہوں گی۔ اسی طرح جب باریک ہوگا تو چہرے وچمڑی کا رنگ دکھائی دے گا اور پردہ جو حجاب کا مقصد ہے وہ فوت ہو جائے گا۔ جو عورتیں اتنا شفاف وباریک لباس زیب تن کرتی ہیں جو قریب قریب عریانیت کے زمرے میں آتا ہے ان کے سلسلے میں سخت وعید آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنمیوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو میں نے اب تک نہیں دیکھا ہے۔ ایک وہ لوگ جن کے ساتھ گائے کی پونچھ کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہوں گی۔ خود مائل ہوں گی اور دوسروں کو اپنی جانب مائل کریں گی۔ ان کے سر بختی اونٹ کے جھکے ہوئے کوہانوں کی طرح ہوں گے۔ اس طرح کی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہوسکتیں بلکہ اس کی بو بھی نہ پاسکیں گی حالانکہ اس کی بو اتنی اتنی مسافت سے پائی جائے گی۔ (مسلم) علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں کو مراد لیا ہے جو ایسے ہلکے کپڑے پہنیں گی جو جسم کو ڈھانپنے کے بجائے اس کی پوری کیفیت بیان کریں گے، چنانچہ کہنے کو تو وہ کپڑے پہنے ہوں گی لیکن حقیقت میں ننگی ہوں گی۔

لباس میں خوشبو نہ لگی ہو: اس طرح کی بہت سی احادیث ہیں جن میں عورت کو خوشبو لگا کر باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے، جن میں سے ایک حدیث کو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو عورت بھی خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گذرے تاکہ وہ اسے محسوس کریں تو وہ بدکار ہے۔'' حضرت زینب ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی مسجد جانے کے لئے نکلے تو وہ خوشبو کے قریب بھی نہ جائے۔ (مسلم، نسائی) یہ بات بہت ہی واضح ہے کہ جب عورت خوشبو لگا کر نکلے گی تو اس سے مردوں کی شہوت بھڑکے گی۔ اسی لئے فتنہ کی جڑ کاٹنے اور معاشرے کی پاکی وصفائی کے تحفظ کے لئے اس عمل کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد جیسی عبادت وطہارت کی جگہ کی طرف خوشبو لگا کر نکلنا بھی حرام ہے۔ تو جب عورت بازاروں اور شاہراہوں وغیرہ پر خوشبو لگا کر نکلے گی تو اس کی سنگینی کس قدر بڑھ جائیگی۔

عورت کا لباس مردانہ نہ ہو: کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عورتوں میں جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے یا مردوں میں سے عورتوں کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔'' (احمد) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد پر لعنت بھیجی ہے جو عورت کا سا لباس پہنے اسی طرح اس عورت پر بھی لعنت بھیجی ہے جو مرد کا سا لباس پہنے۔'' (ابوداود) یہ احادیث مردوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے کی حرمت کے لئے نص مطلق ہیں۔ اب یہ مشابہت لباس میں ہو یا کسی اور امر میں۔ لہٰذا ہر مسلمان عورت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے احتراز کرے، چاہے گھر میں ہو یا گھر سے باہر۔ خاص طور پر اس زمانے میں جبکہ معاملات خلط ملط ہو گئے ہیں اور لباس میں مشابہت کی وجہ سے مسلم اور غیر مسلم کی بھی کوئی پہچان باقی نہیں رہ گئی ہے۔ بہت سی پردہ دار خواتین بھی اپنی چادروں وغیرہ کے نیچے مردوں جیسا لباس زیب تن کئے ہوتی ہیں اور اس ممنوع عمل کا ارتکاب کرتی ہیں۔

کافر عورتوں کا سا لباس نہ ہو: اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنی مرضی سے ایسا لباس منتخب نہ کرے جو شرعی قواعد وضوابط سے میل نہ کھاتا ہو۔ اسے دیکھ کر ایسا نہ لگے کہ کوئی مسخرہ ہے یا شرم وحیاء کو بالائے طاق رکھ دیا گیا ہے۔ جیسا کہ دور حاضر میں دیکھا جارہا ہے اور فیشن ڈیزائننگ کے نام پر واہیات وخرافات کا سیلاب آیا ہوا ہے۔ ماڈلز کی تقلید میں لوگ اندھے بنے ہوئے ہیں اور حالات بد سے بدتر ہوئے جارہے ہیں۔ ایک عورت جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت وشرف بخشا ہے وہ کیسے اس بات کو گوارہ کرلیتی ہے کہ کوئی بھی اس کے لئے کیسا بھی لباس ڈیزائن کردے اور وہ اسے اختیار کرے۔

مسلم خواتین کو یہود ونصاریٰ وغیرہ کی مشابہت سے دور رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا۔ (ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ پر دو زعفرانی کپڑے دیکھے تو فرمایا: ''یہ کفار کے کپڑوں میں سے ہیں انہیں نہ پہنو۔'' (مسلم)

شہرت کا لباس نہ ہو: شہرت کا لباس وہ ہے جسے عورت اپنی طرف لوگوں کی توجہ کھینچنے کی غرض سے پہنتی ہے، چاہے یہ کپڑا قیمتی ہو یا سستا۔ کیونکہ حرمت کی علت طلب شہرت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص دنیا میں شہرت طلبی کا لباس پہنے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ذلت کا لباس پہنائے گا اور پھر اس میں آگ بھڑکا دے گا۔'' (ابوداود)

مسلم خاتون کو شریعت کے اندر ممنوع لباسوں سے دور رہنا چاہئے کیونکہ حجاب صحیح معنوں میں وہی کہلائے گا جس میں یہ شرعی شرائط پورے طور پر پائی جائیں گی جبکہ بیشتر مسلم خواتین ان شرائط سے غافل ہیں اور یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ لباس تو لباس ہے جیسا بھی ہو کافی ہے۔ وہ حجاب میں بھی ایسی تراش خراش وڈیزائن نیز چمک دمک پسند کرتی ہیں کہ وہ پردے کے مفہوم سے خارج ہو کر شہرت کے لباس کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ مزید برآں حجاب ونقاب کو مزین وڈیزائن کرنے کے سلسلے میں ایسی مسابقہ آرائی اور ہوڑ لگی ہوئی ہے کہ الامان والحفیظ۔

علماء کرام کے نزدیک پردے کے سلسلے میں مذکورہ بالا آٹھ شرائط کا اعتبار کیا گیا ہے، لہٰذا جو عورت صحیح معنوں میں پردے، عفت وعصمت، شرم وحیاء، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی خواہشمند ہو، ان کی رعایت کا خاص خیال رکھے کیونکہ حقیقی معنوں میں حجاب وہی ہوگا جو شریعت کی شرطوں کے مطابق ہوگا۔

☆☆☆

توبہ گناہوں کا تریاق

ابوعدنان سعید الرحمٰن بن نورالعین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الهندی للترجمة والتالیف، نئی دہلی

ہر انسان خطا کرتا ہے۔ غلطی اور خطا سے انبیاء علیہم الصلاۃ والتسلیم کی ذات معصوم تھی، ان کے علاوہ رب تعالیٰ نے یہ شرف کسی انسان کو نہیں بخشا، چاہے وہ کتنا بڑا ولی، پیر، بزرگ، عالم وغیرہ ہی کیوں نہ ہو۔ انسان اور نسیان کے مادے میں یکسانیت ہونے کے ناطے اکثر بنو آدم نے رب تعالیٰ سے کئے ''ألست بربکم'' کے جواب میں اپنے قول و قرار ''بلی'' کو فراموش کر کے حدود الٰہی کی پامالی شروع کر دی ہے، حلال و حرام کا امتیاز بھلا دیا ہے، دوسرے کے حقوق سلبی کو اپنا شیوہ بنالیا ہے، سود خوری کا چلن عام ہو گیا ہے، بے حیائی وفحاشی کا ہر سو بازار گرم ہے۔ گرچہ جس شدت سے ہم نے رب تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ الٰہی احکامات پر کاربند رہیں گے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے کی پیروی کریں گے، اسی شدت سے ہم نے برائیوں سے اپنے دامن کو آلودہ کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ، اپنے بندوں کے بارے میں بخوبی جانتا تھا کہ یہ لوگ گناہ کریں گے اور کثرت سے کریں گے۔ غلطیوں کا ارتکاب کریں گے اور بار بار کریں گے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو توبہ جیسا عظیم تحفہ اور بہت ہی قابل قدر سرمایہ عطا کیا ہے۔ توبہ ایک ایسا دروازہ ہے کہ اس میں داخلے کے بعد اللہ تعالیٰ ہر گناہ، خطا اور نسیان پر عفو کا قلم پھیر دیتا ہے اور تائب کو بلندی اور رفعت عطا فرماتا ہے۔ توبہ ایک گنجینۂ رحمت ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے بندوں کے حق میں مشروع کیا ہے کہ جسے اختیار کر کے اپنے گناہوں، کوتاہیوں اور لغزشوں کی معافی تلافی کر سکتے ہیں اور رب تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کر سکتے ہیں۔ توبہ جہاں بنی نوع انسان کے گناہوں کا تریاق ہے، وہیں انسان کی ندامت، انابت، رجوع الی اللہ اور رب کے حضور گریہ وزاری سے عبارت بھی ہے۔ توبہ کے تعلق سے کتاب وسنت کے شہہ پاروں میں بکھرے چند موتیوں کو یکجا کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے، اس امید سے کہ توبہ کے تعلق سے یہ روشن اسلامی ہدایات وتوضیحات اور تعلیمات وتفہیمات ہمارے لئے مشعل راہ ثابت ہوں اور ہم توبہ وگریہ وزاری کو اپنی زندگی کے لئے لازمی عنصر اور حصہ بنالیں تاکہ جب بھی ہم سے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر کوئی خطا سرزد ہو تو اللہ تعالیٰ اس توبہ کے طفیل ہمیں مغفرت عطا فرمائے اور ہماری سیہ کاریوں کو معاف کر کے ہمارے درجات کو بلندی بخشے۔

توبہ کسے کہتے ہیں؟

انسان کو جب گناہ، اس کی قباحت وشناعت کا علم ہو تو ندامت وشرمندگی کے بعد اسے ترک کرنا، نیز وہ پختہ ارادہ رکھنا کہ اس جیسا گناہ کبھی انجام نہیں دے گا اور ان گناہوں کا اعمال کے ذریعہ اصلاح کی کوشش کرے جن کی اصلاح عملوں کے ذریعہ ممکن ہے اور اللہ کے لئے نیت کو خالص کرتے ہوئے اس کے ثواب کی امید اور عذاب کے ڈر سے چھوڑے ہوئے فرائض کو ادا کرنے کو توبہ کہتے ہیں بشرطیکہ یہ غرغرہ اور سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے ہو۔

توبہ کی شرطیں: کتاب وسنت کے نصوص کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ توبہ کی چند شرطیں ہیں:

۱- گناہ سرزد ہو جانے پر ندامت کا اظہار کرنا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''الندم توبۃ'' یعنی ندامت ہی توبہ ہے۔

۲- فوراً گناہ سے باز آجانا: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے: ''اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا'' (سورۃ النساء/17) یعنی اللہ تعالیٰ صرف انہی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو بوجہ نادانی کوئی برائی کر گزریں پھر جلد اس سے باز آجائیں اور توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ قبول کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بڑے علم والا حکمت والا ہے۔

۳- دوبارہ ایسا نہ کرنے کا عزم کرنا: معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک بار رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! توبہ نصوح کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''أن یندم العبد علی الذنب الذی أصاب فیعتذر الی اللہ تعالیٰ ثم لایعود الیه کما لایعود اللبن الی الفرع'' یعنی انسان اپنے گناہ پر نادم اور شرمسار ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت طلب کرے.... پھر جس طرح دودھ تھنوں میں سے نکل کر دوبارہ واپس نہیں آسکتا، یہ بھی اسی طرح اس گناہ کی طرف نہ جائے۔

۴- کسی کی حق تلفی کی ہے تو اس سے معافی طلب کرنے یا اس کے حقوق لوٹانے سے توبہ قبول ہوگی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''رحم اللہ عبدا کانت لأخیه مظلمة ....فی نفس أو مال.... فأتاه، فاستحل منه قبل أن یؤخذ من حسناته ، فان لم یکن حسنات، أخذ من سیئات صاحبه، فتوضع فی سیاته'' یعنی اللہ اس بندے پر رحم کرے کہ جس شخص کا ظلم کسی دوسرے کی عزت پر ہو یا مال پر تو اسے وہ وقت آنے سے پہلے معاف کرالے کہ اس کی نیکیاں لے لی جائیں اور اگر کوئی نیک عمل اس کے پاس نہیں ہوگا تو اس کے ساتھی (مظلوم) کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (صحیح بخاری/2449)

۵- معصیت پر اصرار نہ کرے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا

فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ' (سورة آل عمران/135) یعنی جب ان سے کوئی ناشائستہ کام ہوجائے یا کوئی گناہ کر بیٹھیں تو فوراً اللہ کا ذکر اور اپنے گناہوں کے لئے استغفار کرتے ہیں، فی الواقع اللہ کے سوا اور کون گناہوں کو بخش سکتا ہے؟ اور وہ لوگ باوجود علم کے کسی برے کام پر اڑ نہیں جاتے۔

۶-توبہ زمانہ قبول میں ہو:-ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید ایک دوسری روایت میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''من تاب قبل أن تطلع الشمس من مغربها تاب الله عليه'' یعنی جو شخص سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے پہلے توبہ کرلے تو اس کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا۔(صحیح مسلم/2703)

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حالت غرغرہ سے پہلے توبہ مقبول ہے:-عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''ان الله يقبل توبة العبد مالم يغرغر'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرمائے گا، جب تک حلق سے غرغراہٹ کی آواز نہ شروع ہوجائے۔(سنن ترمذی/3537، سنن ابن ماجہ/4253)

۷-توبہ خالص اللہ کے لئے ہو:رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:''ان الله لا يقبل من العمل الا ما كان له خالصا وابتغى به وجهه'' یعنی بے شک اللہ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالص اس کی رضا کے لئے کیا جائے۔(سنن نسائی/3142)

توبہ: قرآن مجید کی روشنی میں

☆ توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے:اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ''(سورة البقرة/54) یعنی جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! بچھڑے کو معبود بنا کر تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اب تم اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو، اپنے کو آپس میں قتل کرو، تمہاری بہتری اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی میں ہے، تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی، وہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ پر غور کریں کہ بنو اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت کرکے جب شرک جیسے سب سے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے توبہ کی تو اللہ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:''اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ''سورة البقرة/۱۵۹-۱۶۰) یعنی جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لئے بیان کرچکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔مگر وہ لوگ جو توبہ کرلیں اور اصلاح کرلیں اور بیان کردیں تو میں ان کی توبہ قبول کرلیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم وکرم کرنے والا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کفر وبدعت کا داعی صدق دل سے اللہ کے حضور توبہ کرلے تو وہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے کیونکہ بندوں کی توبہ قبول کرنا اس کی صفت ہے۔

☆ توبہ کرنا انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا شیوہ ہے:انبیاء کرام، اولیاء حضرات اور نیک لوگوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ توبہ کرنا انبیاء کرام، رسل عظام اور اولیاء حضرات کی صفت اور شیوہ رہا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:''وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ''(سورة البقرة/۳۵-۳۷) یعنی اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو اور جہاں کہیں سے چاہو بافراغت کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب بھی نہ جانا ورنہ ظالم ہوجاؤگے۔لیکن شیطان نے ان کو بہکا کر وہاں سے نکلوا ہی دیا اور ہم نے کہہ دیا کہ اتر جاؤ! تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور ایک وقت مقرر تک تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور فائدہ اٹھانا ہے۔آدم نے اپنے رب سے چند باتیں سیکھ لیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔بے شک وہی توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کی توبہ وگریہ وزاری کو بیان کرتے ہوئے رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:''وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ''(سورة البقرة/۱۲۷-۱۲۸) یعنی ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اور دیواریں اٹھاتے جاتے تھے اور کہتے جارہے تھے کہ ہمارے پروردگار! تو ہم سے قبول فرما، تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی توبہ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:''وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ''(سورة الأعراف/143) یعنی اور جب موسیٰ علیہ

السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھ کو کرا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے، لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو، وہ اگر اپنی جگہ پر برقرار رہا تو تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ پس جب ان کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو تجلی نے اس کے پرخچے اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش میں آئے تو عرض کیا: بے شک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والا ہوں۔

☆ تمام انبیائے کرام نے اپنی امتوں کو توبہ کی دعوت دی: ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا: ”وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ“ (سورة هود/ 52) یعنی اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے پالنے والے سے اپنی تقصیروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرو، تاکہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھا دے اور تم جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو۔

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو وحدانیت اور عقیدے کی بنیادی تعلیم دینے کے بعد اس بات کی تلقین کی کہ وہ توبہ واستغفار کو لازم پکڑیں کیونکہ اس توبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

صالح علیہ السلام کے بارے میں اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ”وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ“ (سورة هود/ 61) یعنی اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا کوئی تمہارا معبود برحق نہیں، اسی نے تمہیں زمین میں بسایا ہے پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ بے شک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

شعیب علیہ السلام نے اسی طرح سے اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا: ”وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ“ (سورة هود/ 90) یعنی تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف توبہ کرو، یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔

☆ توبہ حقیقی کامیابی اور دنیا وآخرت کی کامرانی نیز خوش نصیبی وخوشحالی سے ہمکنار ہونے کا ذریعہ ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ“ (سورة النور/ 31) یعنی اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تاکہ تم نجات پاؤ۔

☆ توبہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے: جب انسان خالص توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے چھوٹے بڑے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ“ (سورة التحريم/ 8) یعنی اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے گناہ دور کر دے اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

توبہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے: جب انسان صدق دل اور سچے عزم سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: ”اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا“ (سورة الفرقان/ 70) یعنی سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کیا اور ایمان قبول کیا اور نیک کام کئے تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

☆ توبہ بہترین سامان زندگی، بارش کے نزول، قوت میں اضافہ اور اموال و اولاد میں بڑھوتری کا سبب ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ“ (سورة هود/ 3) یعنی اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اسی کی طرف متوجہ رہو، وہ تم کو وقت مقرر تک اچھا سامان دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔

اور نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرمایا: ”فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا“ (سورة نوح ۱۰–۱۲) یعنی اور میں نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ اور معافی مانگو وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔ وہ تم پر آسمان کو خوب برستا ہوا چھوڑ دے گا اور تمہیں خوب پے در پے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہیں باغات دے گا اور تمہارے لئے نہریں نکال دے گا۔

☆ اللہ تعالیٰ توبہ اور توبہ کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ“ (سورة البقرة/ 222) یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

توبہ : احادیث کے آئینہ میں

بہت ساری حدیثوں میں توبہ کی فضیلت، اس کی ترغیب اور اس کی عظمت کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے کچھ حدیثیں درج ذیل ہیں:

۱- عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم میں کسی سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے“۔ اس نے عرض کیا کہ وہ اس سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول کر لی جاتی ہے۔ اس نے عرض کیا: وہ دوبارہ گناہوں کا ارتکاب کر لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس نے عرض کیا: وہ اس سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ”یغفر له

ويتاب عليه ولا يمل الله حتى تملوا'' یعنی اسے بخش دیا جاتا ہے اور اس کی توبہ قبول کرلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں اکتاتا حتی کہ تم اکتا جاؤ۔(مستدرک حاکم/7658، المعجم الكبير للطبراني/791)

۲-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''ان العبد اذا أخطأ نكتت في قلبه نكتة سوداء، فاذا هو نزع واستغفر وتاب و صقل قلبه، وان عاد زيد فيها حتى تعلو قلبه وهو الران الذي ذكر الله:''كلا بل ران على قلوبهم ما كانوا يكسبون'' یعنی بے شک جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نکتہ لگا دیا جاتا ہے جب وہ اس گناہ کو ترک کردے اور استغفار اور توبہ کرلے تو اس کے دل کو چمکا دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرے تو اس کے دل کی سیاہی میں اضافہ کردیا جاتا ہے حتی کہ سیاہی اس کے دل پر چھا جاتی ہے اور یہی (دلوں کا) وہ زنگ ہے جس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ہرگز نہیں! بلکہ یہ جو (اعمال بد) کرتے ہیں، ان کا ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے۔(سنن ترمذی/3334، سنن ابن ماجہ/4244)

۳-ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''ان الله عزوجل يبسط يده بالليل ليتوب مسيء النهار، ويبسط يده بالنهار ليتوب مسيء الليل حتى تطلع الشمس من مغربها'' یعنی بے شک اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلا دیتا ہے تاکہ دن کے وقت گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور وہ اپنے ہاتھ کو دن کے وقت پھیلا دیتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کرلے اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہوجائے۔(صحیح مسلم/2759)

۴-انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''كل بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوابون'' یعنی ہر ابن آدم خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرلیں۔(سنن ترمذی/2499، سنن ابن ماجہ/4251)

۵-عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''الله أفرح بتوبة العبد من رجل نزل منزلا وبه مهلكة و معه راحلته عليها طعامه و شرابه، فوضع راسه فنام نومة، فاستيقظ وقد ذهبت راحلته حتى اشتد عليه الحر والعطش أو ماشاء الله، قال: أرجع الى مكاني، فرجع فنام نومة، ثم رفع رأسه فاذا راحلته عنده'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں اس کی ہلاکت کا خدشہ بھی تھا اور اس شخص کے پاس اس کی سواری تھی جس پر اس کے کھانے پینے کا سامان تھا۔وہ سر رکھ کر سو گیا۔جب نیند سے بیدار ہوا تو اس کی سواری گم ہوچکی تھی، حتی کہ بھوک اور پیاس کی شدت سے اس کی بری حالت ہوگئی۔اس نے سوچا کہ میں اپنی پہلی جگہ پر ہی واپس چلا جاتا ہوں، چنانچہ وہ واپس آ کر پھر دوبارہ سو گیا، اس بار جب اس نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ اس کی سواری اس کے پاس موجود ہے۔(صحیح بخاری/6308)

۶-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا'' لو أخطأتم حتى تبلغ خطاياكم السماء، ثم تبتم لتاب عليكم'' یعنی اگر تم اس قدر گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرلو تو اللہ تمہاری توبہ قبول فرمادے گا۔(سنن ابن ماجہ/4248)

۷-ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مزید ایک روایت منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رب تعالیٰ نے کہا:''أذنب عبد ذنبا، قال: اللهم اغفرلي ذنبي، فقال تبارك و تعالىٰ: أذنب عبدي ذنبا، علم أن له ربا يغفر الذنب ويأخذ بالذنب، ثم عاد فأذنب، فقال: أي رب! اغفرلي ذنبي. فقال تبارك و تعالىٰ: عبدي أذنب ذنبا، فعلم أن له ربا يغفر الذنب و يأخذ بالذنب ثم عاد فأذنب فقال: أي رب! اغفرلي ذنبي. فقال تبارك و تعالىٰ: أذنب عبدي ذنبا، فعلم أن له ربا يغفر الذنب و يأخذ بالذنب، اعمل ماشئت فقد غفرت لك'' یعنی ایک شخص نے گناہ کیا اور پھر کہا: اے اللہ! میرا گناہ معاف فرمادے۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے ایک گناہ کیا اور اسے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہوں پر گرفت فرماتا ہے۔اس نے پھر گناہ کیا اور پھر کہا: اے میرے رب! میرا گناہ معاف فرمادے۔پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا ہے اور گناہ پر مواخذہ کرتا ہے۔اس نے پھر گناہ کا ارتکاب کیا اور پھر کہا: اے اللہ! میرا گناہ معاف فرمادے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے بندے نے گناہ کیا اور یہ جان لیا کہ اس کا ایک رب ہے جو گناہ معاف فرماتا اور گناہ کے پاداش میں پکڑ بھی لیتا ہے۔پھر اللہ نے فرمایا: تو جو چاہے عمل کر، میں نے تجھے بخش دیا۔(صحیح بخاری/7508، صحیح مسلم/2758)

ان تمام حدیثوں سے آپ توبہ کی فضیلت، عظمت اور مہتم بالشان عمل ہونے کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ عمل کس درجہ محبوب ہے اور توبہ کرنے والا انسان کس طرح سے اپنی ندامت کے آنسو اور احساسِ شرمندگی کے ذریعہ اپنے گناہوں کی معافی کرا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ سابقہ حدیثوں میں مختلف انداز میں توبہ پر ابھارا گیا ہے اور اسے اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے توبہ کے عملی نمونے:

یہ حقیقت ہے کہ اللہ کے پیارے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے سبھی گناہوں کو معاف فرما دیا تھا۔اس کے بعد بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ صفحہ ۳۰ پر)

رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی، تلولی

میاں بیوی کے مابین اسباب اختلاف

محترم قارئین! جس طرح ماں باپ، بھائی بہن، پڑوسی، رشتہ دار یا عام لوگوں کے مابین گاہے بگاہے اختلاف ہوتا ہے اسی طرح میاں بیوی بھی آپسی اختلافات کا شکار ہوتے ہیں، ذرا علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کے حیات مبارکہ کا جائزہ لو تو پتہ چلے گا کہ ان کے مابین بھی اختلاف ہوا ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم بيت فاطمة فلم يجد عليا في البيت، فقال: اين ابن عمك؟ قالت: كان بيني وبينه شئي، فغاضبني، فخرج، فلم يقل عندي فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لانسان: انظر أين هو؟ فجاء فقال: يا رسول الله، هوفي المسجد راقد، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو مضطجع، قد سقط رداؤه عن شقه وأصابه تراب، فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسحه عنه، ويقول: قم أبا تراب، قم أبا تراب" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ علی رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ میرے اوران کے درمیان کچھ ناگواری پیش آگئی اور وہ مجھ پر خفا ہوکر کہیں باہر چلے گئے ہیں اور میرے یہاں قیلولہ بھی نہیں کیا ہے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا کہ علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ کہاں ہیں؟ وہ آئے اور بتایا کہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، علی رضی اللہ عنہ لیٹے ہوئے تھے، چادر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو سے گرگئی تھی اور جسم پر مٹی لگ گئی تھی رسول اللہ ﷺ جسم سے دھول جھاڑ رہے تھے اور فرمارہے تھے اٹھو ابوتراب اٹھو۔ (صحیح بخاری ۴۴۱ صحیح مسلم ۲۴۰۹ پتہ چلا کہ تمام لوگوں کی طرح زوجین کے مابین بھی اختلاف ہوتا ہے، پر اختلاف ہونے پر اس کا صحیح حل تلاش کیا جائے، نہ کہ دونوں ایک دوسرے سے جدائی کا مطالبہ کرنے لگیں جیسا کہ عصر حاضر کا معمول ہے، معمولی سے اختلاف پر بیوی شوہر سے خلع مانگنا شروع کردیتی ہے یا شوہر بیوی کو طلاق دے دیتا ہے حالانکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ الٹا اس میں نقصان ہے بچوں کی پرورش کا مسئلہ کھڑا ہوجاتا ہے اور میاں بیوی کا ایک دوسرے سے الگ ہوکر بچوں کا پالنا دشوار کن مسئلہ ہے اس لئے ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے کہ ذرا سی بات پر دونوں ایک دوسرے سے طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنے لگیں بلکہ اس سلسلے میں اللہ تعالی نے بہترین ضابطہ مقرر کیا ہے اسی پر عمل کیا جائے، ہوسکتا ہے دونوں کا معاملہ بحال ہوجائے اور دونوں صحیح سالم زندگی گزارنے لگیں۔ وہ ضابطہ کیا ہے؟ یہ جاننے سے پہلے ہم اسباب اختلاف کا جائزہ لے لیں کہ آخر میاں بیوی کے مابین اختلاف کیوں ہوتا ہے؟ سماج کا جائزہ لینے کے بعد پتہ چلا کہ اس کے کئی اسباب سامنے آئے جن میں سے چند یہ ہیں۔

بوقت نکاح دین واخلاق پر دھیان نہ دینا: اسلام نے جہاں نکاح کی ترغیب دیا ہے وہیں نکاح کے حوالے سے رہنمائی بھی کیا ہے۔لڑکوں کے تئیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض" جب تمہیں کوئی ایسا شخص شادی کا پیغام دے جس کی دین داری اور اخلاق سے تمہیں اطمینان ہو تو اس سے شادی کردو اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور فساد عظیم برپا ہوگا۔ (جامع الترمذی ۱۰۸۴) اور لڑکیوں کے حوالے سے اس بات کی تاکید کیا ہے کہ تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها وجمالها فاظفر بذات الدين تربت يداك" عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت کے ساتھ کامیاب ہوجا، اگر ایسا نہ کیا تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (تجھ کو ندامت ہوگی) (صحیح بخاری ۵۰۹۰ صحیح مسلم: ۱۴۶۶)

گویا شادی کے وقت خواہ لڑکا ہو یا لڑکی، دین کا خیال کرنا بہت ضروری ہے دین داری کا خیال نہ کرنے کی وجہ سے بہت ساری شادیاں ناکام ہوجاتی ہیں اور میاں بیوی کے مابین کئی طرح کے فتنے جنم لینے لگتے ہیں دونوں کے مابین اختلاف ہوجاتا ہے حتی کہ نوبت بایں جارسید کہ دونوں کے مابین طلاق ہوجاتی ہے۔ چونکہ مسلمان بروقت کئی حصوں اور مسلکوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہرکوئی اپنے کو صحیح اور دوسرے کو غلط بتاتا ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ یہ بات صرف مرد حضرات کہتے ہیں بلکہ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتیں بھی اب اسی ذہنیت کی ہوچکی ہیں وہ بھی یہی سمجھتی ہیں کہ ہمارے علاوہ سب غلط ہیں ایسے وقت میں ذمہ داران کو چاہیے کہ شادی کے وقت اس کا خیال رکھیں یعنی اپنے ہم مسلک گھر ہی میں شادی کریں کیوں کہ ایک لڑکی اپنے ماں باپ کے پاس ہوتی ہے تو وہی کرتی ہے جس مسلک سے اس کا تعلق ہوا کرتا ہے، اگر آپ نے لڑکی کی شادی اپنے مسلک سے الگ کردیا تو یہ آپ کے لئے مصیبت بن جائے گی کیوں کہ لڑکی وہ کام نہیں کرنا چاہے گی جو اس نے پہلے سے نہیں کیا ہے چونکہ اس کا ذہن یہ بن چکا ہے کہ ہم صحیح ہیں اور ہمارے علاوہ سب غلط ہیں تو ظاہر سی بات ہے کہ جب یہ ذہنیت بن چکی ہے تو وہ ایسا کام کیوں کرے گی جسے وہ صحیح نہیں سمجھتی اور گھر والوں کی طرف سے اس پر دباؤ بنے گا جس کا نتیجہ یا تو لڑکی خودکشی کرے گی یا یہ

نتیجہ طلاق تک پہنچے گا بطور مثال لڑکی توحید پرست گھر کی ہے اسے فاتحہ ودرود اور چالیسواں وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، اب اس کی شادی ایک ایسے گھر میں آپ نے کردیا جہاں شرک وبدعت کے بے شمار اعمال انجام پاتے ہیں اور لڑکی وہ سب نہیں کرنا چاہتی ہے لیکن گھر والے دباؤ بناتے ہیں، اسے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں سنتے سنتے جب وہ لڑکی بک جاتی ہے تو لمبا قدم اٹھاتی ہے یعنی بسا اوقات یا تو وہ خودکشی کرلیتی ہے یا اس کا نتیجہ طلاق کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

حقوق کا ادا نہ کرنا: اللہ تعالی نے میاں بیوی پر ایک دوسرے کے تئیں حقوق مقرر کیا ہے تاکہ دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی ضرورت سمجھیں اور دونوں کی زندگی صحیح سالم گزرے۔ شوہر کو بیوی کے تئیں حساس رہنے کی تلقین کیا مثلا کھانے پینے کا مسئلہ ہو، پہننے کا مسئلہ ہو، علاج ومعالجہ کا مسئلہ ہو، رہائش وغیرہ کا مسئلہ ہو، غرضیکہ انسانی ضرورت کی تمام چیزوں کی فراوانی مرد کے ذمہ ہوتی ہے یہ عورت کا حق ہے اور عورتوں کو بھی اس بات کی تاکید کیا کہ آپ پر مرد کے بھی کچھ واجبات ہیں۔ عورتوں کے حوالے سے مردوں کو تاکید کیا کہ "فاتقوا الله في النساء فانكم اخذتموهن بامان الله" عورتوں کے سلسلے میں اللہ سے ڈرو کیوں کہ تم نے انہیں اللہ تعالی کا امان دے کر اخذ کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۱۲۱۸)

اور مردوں کے حوالے سے عورتوں کو تاکید کیا کہ فانما هو جنتك ونارك وہی تمہاری جنت ہیں اور وہی تمہارا دوزخ ہیں۔ (صحیح الجامع ۱۵۰۹)

اب اگر دونوں اپنا اپنا فرض نبھائیں تو کوئی اختلاف نہیں لیکن جب مرد وعورت ایک دوسرے کے حقوق سے ناآشنا ہوجائیں، مرد اپنی عورت کے حقوق کی ادائیگی میں سستی وغفلت سے کام لینے لگے یا عورت مرد کے سلسلے میں کوتاہی کرنے لگے تو پھر دونوں میں اختلاف کا ہونا یقینی ہے اور اختلاف اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوجانا ہی بہتر سمجھنے لگتے ہیں مرد سوچتا ہے کہ اسے طلاق دے دوں اور عورت سوچتی ہے کہ اس سے خلع لے لوں، اب اس کے ساتھ نباہ مشکل ہے۔

بدگمانی کرنا: میاں بیوی کے مابین اختلاف کا ایک سبب بدگمانی ہے مثلا شوہر گھر میں داخل ہوا اور بیوی کسی سے بات کررہی تھی شوہر کے آتے ہی اس نے فون رکھ دیا اب شیطان شوہر کے دماغ میں وسوسہ ڈالتا ہے جس سے وہ بدگمان ہوجاتا ہے کہ وہ کس سے بات کررہی تھی اور پھر اس کے پیچھے پڑجاتا ہے اسی طرح شوہر کام سے روزانہ لیٹ واپس ہوتا ہے اب شیطان آکر بیوی کے دماغ وسوسہ پیدا کردیا اور بیوی شک وشبہے میں پڑگئی کہ آخر یہ شخص جاتا کہاں ہے جب کہ بیوی کو معلوم ہو کہ اس کے شوہر کی چھٹی بہت پہلے ہوجاتی ہے اور پھر اس طرح سے دونوں کے مابین ناچاقی پیدا ہوجاتی ہے۔

غصہ: غصہ برائیوں کی آماجگاہ اور گناہوں کا سبب ہے، غصہ میاں بیوی کے مابین جدائی کے اسباب میں ہروقت سب سے اول نمبر پر ہے، اس لئے غصہ سے پرہیز کرنا چاہیے چونکہ انسان ہونے کے ناطے غلطی ہرکسی سے ممکن ہے خواہ مرد ہو یا عورت۔ ایسی صورت میں دونوں کو سمجھ بوجھ سے کام لیتے ہوئے زندگی بسر کرنا چاہیے ہرکسی کو نودس دیکھنا چاہیے اگر اتنا بھی صبر نہیں ہے تو میاں بیوی کا آپس میں زندگی گزارنا دشوار کن ہوجائے گا، اور دونوں میں طلاق ہوجائے گی جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں، بیوی نے کھانا پکایا پھر نمک کم ہوگیا یا دال ہلکی سی جل گئی یا بیوی سے کوئی اور غلطی ہوگئی کہ شوہر غصے میں آکر ہوش وحواس کھو بیٹھا اور فورا طلاق دے دیا اسی طرح عورت کو بھی شوہر کا کوئی کام پسند نہیں آیا، کوئی کام کرنے کا مسئلہ ہو یا کوئی سامان لانے کا معاملہ ہو یا کسی غلطی پر بیوی کو ڈانٹنے کا مسئلہ ہو برداشت کی تاب نہ لاکر بیوی اپنے شوہر سے جدائی کا مطالبہ کرنے لگتی ہے گویا یہ مذموم صفت جس کے اندر پائی گئی اس کی زندگی اجیرن ہوکر رہ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص آکر نبی ﷺ سے وصیت کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "لا تغضب" آپ غصہ نہ کیجئے۔ (صحیح بخاری ۶۱۱۶ء)

دونوں کا ایک دوسرے کو صحیح سے نہ سمجھنا:
صحیح سے زندگی گزارنے کے لئے میاں بیوی دونوں کے مزاج کا ملنا ضروری ہوا کرتا ہے، اگر دونوں ایک ہی ذہنیت کے نہیں ہوتے تو آئے دن دونوں میں لڑائی ہوتی ہی رہتی ہے کیوں کہ بیوی کچھ اور چاہتی ہے اور شوہر کچھ اور چاہتا ہے، بیوی کی سوچ کچھ اور رہتی ہے لیکن شوہر کے سوچنے کا زاویہ کچھ اور ہوتا ہے جس سے توازن برقرار نہیں رہتا اور اس کے لئے دونوں کا سب سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھنا ضروری ہوا کرتا ہے۔ بیوی یہ دیکھے کہ آدمی کیسی بیوی پسند کرتا ہے اور اپنے آپ کو اسی سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے، اسی طرح شوہر دیکھے کہ بیوی کیسا شوہر پسند کرتی ہے اور اپنے آپ کو اسی طرح بنانے کی کوشش کرے لیکن حال یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایسا نہیں کرتے، ایک دوسرے کو سمجھ نہیں پاتے بلکہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، شوہر کیا چاہتا ہے بیوی یہ جاننے کی کوشش نہیں کرتی اور بیوی کیا چاہتی ہے شوہر اس پر دھیان نہیں دیتا جس سے دونوں میں معاملہ صحیح سے انجام نہیں پاتا اور جب پانی سر سے اوپر اٹھتا ہے تو طلاق یا خلع کی نوبت آجاتی ہے۔

دونوں کا ایک دوسرے کے رشتے داروں کی قدر نہ کرنا: میاں بیوی کے مابین اختلاف کا ایک سبب، ایک دوسرے کے رشتہ داروں کی قدر نہ کرنا بھی ہے شوہر کو شکایت ہوتی ہے کہ ہمارے رشتہ دار، ہمارا بھائی اور ہمارے ماں باپ ودیگر اہل وعیال کی کوئی قدر اس کے نزدیک نہیں ہے کوئی کہیں سے آجائے تو کھانا تو کجا انہیں پانی تک دینے کو تیار نہیں، ان سے صحیح سے بات نہیں کرتی، ان کی خدمت نہیں کرتی وغیرہ اور یہی شکایت بیوی کو شوہر کے تئیں ہوا کرتی ہے کہ ہماری ماں، ہمارا باپ، ہمارا بھائی یا ہمارا کوئی اور رشتہ دار آجائے تو اس گھر والوں کے نگاہوں میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی، ہمارا شوہر ہردم ان سے لڑتے رہتا ہے ان کے آجانے کی وجہ سے میرے شوہر اور اس کے گھر والوں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے اور اسی بات کو لے کر دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہتے ہیں تاآنکہ دونوں میں تناؤ پیدا

ہوجاتا ہے اور پھر جدائی ہوجاتی ہے۔

بوقت نکاح ماں باپ کا دونوں کی رضامندی کا خیال نہ کرنا: آج بہت ساری شادیاں والدین زبردستی کردیتے ہیں جب کہ لڑکے یا لڑکیاں اس شادی سے خوش نہیں رہتے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یا تو وہ لڑکی خودکشی کرلیتی ہے یا کسی اور کے ساتھ بھاگ جاتی ہے اور ماں باپ کی طرف سے جو شادی ہوچکی ہوتی ہے وہ ناکام ہوجاتی ہے اور یہی حال لڑکے کا بھی ہوتا ہے جب اس کی شادی اس کی مرضی کے خلاف ہوتی ہے۔ شادی کے وقت ماں باپ ان بچوں سے ضرور معلوم کرلیں کہ وہ اس شادی سے راضی ہیں یا نہیں اگر راضی ہیں تو کیا جائے ورنہ نہیں اگر ماں باپ نے زبردستی شادی کردیا اور لڑکی نے شادی کے بعد آواز اٹھادیا تو شرعا وہ شادی رد کرنا پڑے گا جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس ایک لڑکی آئی اور بولی ''ان أباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي ﷺ'' اس کے باپ نے اس کی شادی کردی ہے مگر میں اسے ناپسند کرتی ہوں تو نبی کریم ﷺ نے اسے اختیار دے دیا۔ (سنن ابی داؤد ۲۰۹۶، اسے علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابی داؤد میں ۱۸۲۷ء پر صحیح کہا ہے۔ ایک اور موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: لا تنكح الايم حتى تستامر، ولا تنكح البكر حتى تستاذن، قالوا: يا رسول الله، وكيف اذنها؟ قال ان تسكت" بیوہ عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت نہ لے لی جائے اور کنواری عورت کا نکاح نہ کیا جائے جب تک کہ اس کی اجازت نہ مل جائے۔ صحابہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! کنواری عورت اذن کیونکر دے گی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ خاموش رہ جائے، یہ خاموشی اس کا اذن سمجھی جائے گی۔ (صحیح بخاری ۵۱۳۶)

گویا شادی سے پہلے بچوں کو خواہ لڑکی ہو یا لڑکا ماں باپ دکھادیں تاکہ پسند یا ناپسند کا فیصلہ فورا ہوجائے اور بعد میں پریشانی نہ ہو بلکہ عصر حاضر میں اسے ضروری سمجھیں۔

جہیز کا نہ ملنا: جہیز کا نہ ملنا بھی طلاق کا ایک سبب ہے بلکہ عصر حاضر کا بہت بڑا سبب ہے۔ اسلام نے کہا ہے کہ شادی کو آسان بناؤ لیکن جہیز کے مسئلے نے شادی کو مشکل بنادیا ہے یہی وجہ ہے کہ آج لوگ لڑکیاں پسند ہی نہیں کرتے اور اگر کسی گھر میں لڑکی پیدا ہوجاتی ہے تو گھر والوں کا چہرہ پھیکا پڑجاتا ہے جس کے نتیجے میں یا تو لڑکیوں کو ماں کے پیٹ ہی میں ماردیا جاتا ہے یا پیدائش کے بعد انہیں موت کی آغوش میں سلادیا جاتا ہے۔

جہیز ایک ایسا ناسور بن چکا ہے کہ اس کی وجہ سے گھریلو معاملات میں بھی بڑا فرق پڑتا ہے جو لڑکی شادی کے وقت ڈھیر سارے جہیز لاتی ہے گھر میں اس کی قدر وقیمت ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی بدکار یا بداخلاق کیوں نہ ہو، اس کے برعکس ایک آدمی اگر دو بچوں کی شادی کرے اور دونوں میں سے کوئی ایک جہیز زیادہ لائے اور دوسری کم تو گھر کے تمام افراد میں جہیز لانے والی کی قدر وقیمت زیادہ رہتی ہے خواہ کم جہیز والی کردار میں بہتر ہی کیوں نہ ہو لیکن اخلاق اس وقت ماند پڑجاتا ہے جب عورت کا تعلق کسی غریب گھر سے ہو اور امیر کی بیٹی خواہ کتنی ہی بداخلاق کیوں نہ ہو لیکن جہیز کی وجہ سے اس کی کافی قدر وقیمت ہوا کرتی ہے جسے جب وہ عورت محسوس کرتی ہے جو جہیز کم لاتی ہے یا لاتی ہی نہیں ہے تو اسے دلی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

حسن معاشرت سے تہی دامن: چونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ان کے ساتھ معروف طریقے سے زندگی گزارو۔ (النساء:۱۹)

حسن معاشرت کا مطلب ہے کہ شوہر اپنے بیوی کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھے، بیمار ہو تو علاج کی فکر کرے، ادب واحترام کے ساتھ گفتگو کرے، اس کی پریشانیوں میں اس کا ساتھ دے اور یہی رویہ بیوی بھی اپنے آدمی کے ساتھ اپنائے نیز دونوں ایک دوسرے کے تئیں وہ سارے کام کریں جو من جانب الشریعہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مثلا شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرنا، دونوں کا ایک دوسرے کو ٹائم دینا، ساتھ میں کھانا کھانا اور ساتھ میں گھومنا، شوہر کہیں سے آئے تو بیوی کا مسکرا کر استقبال کرنا وغیرہ افسوس کی بات ہے کہ جب بیوی گھر میں ہوتی ہے تو نہایت میلے اور گندے کپڑوں میں ہوا کرتی ہے لیکن وہی عورت اگر کہیں سفر پر جائے تو زبردست اور خطرناک انداز میں بناؤ وسنگار کا اظہار کرتی ہے نہ شوہر بیوی کو صحیح طریقے سے بلاتا اور نہ بیوی شوہر کو صحیح طریقے سے بلاتی ہے میاں بیوی دونوں یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارا تعلق صرف مجامعت تک ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ دونوں کو ایک ساتھ بیٹھنا چاہیے، ہنسی مذاق سے لطف اندوز ہونا چاہیے کیوں کہ یہ ساری چیزیں محبت اور میل جول کا سبب ہیں ایسا کرنے سے دونوں کے مابین محبت بڑھے گی اور اختلافات کا خاتمہ ہوگا۔

بخالت اور کنجوسی: بیوی کے تمام ضروریات کی ذمہ داری شوہر کی ذمہ داری ہے لیکن بسا اوقات شوہر اتنا بخیل ہوتا ہے کہ زیادہ کی بات تو چھوڑو اس بیوی کی ضرورت تک کا خیال نہیں کرتا ہے اور چونکہ بیوی ساتھ میں رہتے رہتے شوہر کے احوال وکوائف سے آگاہ ہوجاتی ہے اس لئے اگر شوہر کہیں جانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ جانے سے کتراتی ہے کسی رشتہ دار کے گھر جانا ہوا تو بیوی جانے سے انکار کرتی ہے کیوں کہ وہ جانتی ہے کہ اس کے ساتھ جانے میں ذلت ورسوائی ہے یہ شخص خرچ کرنے میں کافی سست ہے۔

حالانکہ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ لوگ بیوی بچوں اور دیگر اہل خانہ پر خرچ کرنے میں بخالت وکنجوسی سے کام لیتے ہیں لیکن دیگر مقامات پر بے انتہا خرچ کرتے ہیں جب کہ ہونا تو یہ چاہیے کہ پہلے بیوی بچوں اور اہل وعیال کا خیال کریں لیکن یہ سوچ عموما نہیں بن پاتی ہے بچوں کے کپڑے پھٹے پرانے ہیں بیوی نہایت بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے، سفر سے واپسی پر بچے دوڑتے ہیں لیکن باپ ہے کہ خالی ہاتھ آیا ہے کبھی کوئی چیز لانے کی نہیں سوجھی جس سے تنگ آکر کتنی بیویاں ہیں جو طلاق کا مطالبہ کرجاتی ہیں۔

ملکیت کی رعایت نہ کرنا: سماج میں ایسا بھی دیکھنے میں آتا ہے

کہ بیوی کی جائداد کو شوہر اپنی ملکیت سمجھتا ہے جو سراسر ظلم ہے ماں باپ کی طرف سے بیوی کو وراثت میں جائداد ملی جو اس کی ملکیت ہے اس میں شوہر کا ذرہ برابر حق نہیں ہے یا بیوی کا باپ آیا، بھائی آیا، ماں آئی یا کوئی اور آیا چونکہ وہ ان کی اپنی لڑکی ہے اور ہر کسی کو اپنے بچوں سے محبت ہوتی ہے اور محبت ہی میں یہ اسے کچھ پیسے دے دیتے ہیں اور ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ شوہر اپنے تئیں نوکری کر رہا ہے اور بیوی اپنے تئیں جاب پر لگی ہے اب دونوں کماتے ہیں لیکن بیوی کی کمائی اس کی اپنی کمائی ہے اس میں شوہر کا حصہ نہیں ہے پر کتنے شوہر ہیں جو اسی بات کو لے کر بیویوں سے لڑتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہمارا ہے جس سے بیوی پریشان ہو کر شوہر سے جدائی کا مطالبہ کرنے لگتی ہے اور اس کی وجہ سے دونوں میں جدائی ہو جاتی ہے۔

دینی تعلیم وتربیت کا فقدان: آج ماں باپ کی اکثریت دینی تعلیم سے کوسوں دور ہے اور سماجی حالات کے پیش نظر بچوں کو بھی دور کئے ہوئے ہے ماں باپ ہر وقت عصری تعلیم ہی کو کل کامیابی سمجھتے ہیں جبکہ ماں باپ کے ساتھ کیسے رہنا ہے شادی کے بعد زندگی گزارنے کا کیا طریقہ ہے؟ بھائی بہن اور دیگر رشتہ داروں کا کیا مقام ہے؟ نماز پڑھنا ہے، حج کرنا ہے، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا ہے غرضیکہ کوئی بھی عبادت انجام دینا ہے تو دینی تعلیم ہی میں رہنمائی ملے گی۔

عدم مفاہمت: میاں بیوی کے مابین اگر کبھی کچھ ہو جائے تو دونوں کو آپس میں سمجھوتہ کر لینا چاہیے نا کہ دونوں ایک دوسرے سے بات چیت کرنا چھوڑ دیں اس سے دوریاں پیدا ہوں گی ممکن ہے بیوی کو کچھ غلط فہمی ہوگئی ہو یا کسی نے اس کا کان بھر دیا ہو اور دوسروں کے کہنے میں وہ آ گئی ہو یا اسی طرح شوہر کو کچھ غلط فہمی ہوگئی ہو اور کسی نے اس کا کان بھر دیا ہو اور اس کی بات میں آ کر بیوی سے نفرت کرنے لگا ہو، تا آنکہ بات طلاق تک جا پہنچی۔

کفو کا اعتبار نہ کرنا بھی طلاق کا ایک سبب ہے: ایک لڑکی تعلیم یافتہ ہے، ڈاکٹر ہے، انجینئر ہے تو اسی حساب سے وہ لڑکا چاہتی ہے، اور ماں باپ کو اسی حساب سے لڑکا تلاشنا چاہیے، اس لئے کہ جب لڑکی زیادہ پڑھی لکھی ہوتی ہے تو وہ اپنے شوہر اور اس کے گھر والوں کو خاطر میں نہیں لاتی، ان کی قدر نہیں کرتی اور گھر والے اس کے دباؤ میں رہتے ہیں جس سے شوہر دل برداشتہ ہو کر اسے طلاق دینے پر مجبور ہو جاتا ہے، چونکہ ماں باپ ہی کچھ ایسا ہی نظریہ لے کر بچی کو پڑھاتے ہیں کہ اگر بچی کو طلاق ہو گیا۔ اس کا شوہر نکما نکل گیا، خدانخواستہ شوہر کا انتقال ہو گیا تو یہ بچی اپنے بل پر کھا پی سکے، اب وہ بچی کئی مرتبہ اپنے ماں باپ سے سن چکی ہوتی ہے اس لیے اس کا ذہن پہلے ہی سے بنا ہوتا ہے، ماں باپ کو چاہیے کہ مثبت نظریہ کے تحت بچوں کو تعلیم دلائیں۔

ایک دوسرے کی قدر نہ کرنا بھی اختلاف کا سبب ہے: مثال کے طور پر بیوی گھر کا سارا کام کرتی ہے کھانا بنانا، کپڑے دھلنا، بچوں کو نہلانا اور انہیں تیار کر کے اسکول تک پہنچانا اور گھر کی دیگر ضروریات کو جو اس کے ذمہ ہے پورا کرنے میں کوئی کمی نہیں کرتی ہے لیکن اس کا شوہر اس کی ساری محنتوں کو نظر انداز کر کے اسے ناکارہ ثابت کرے اور اس بیوی کی کوئی قدر نہ رکھے یا اسی طرح شوہر بیوی کی ساری ضرورتیں پوری کرتا ہے، جو کہتی ہے لا کر دیتا ہے حتی کہ کھانے پینے پہننے اور علاج ومعالجہ کے معاملے میں کوئی کمی نہیں کرتا ہے لیکن اس کے باوجود بیوی کو ایسا لگے کہ کچھ نہیں کرتا ہے نتیجے میں دونوں کے مابین اختلاف ہو جاتا ہے اور طلاق تک معاملہ پہنچ جاتا ہے۔

خیانت: میاں بیوی کے مابین اختلاف کا ایک سبب خیانت بھی ہے اور خیانت دو طرح کا ہوتا ہے (ا) ایک تو یہ کہ آدمی بیوی پر بھروسہ کر کے روپئے پیسے گھر میں رکھ دے اس لئے کہ گھر میں کبھی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اگر میں کچھ پیسے بیوی کے ہاتھوں میں نہیں دوں گا تو حیران و پریشان ہوگی اب آدمی نے تو صحیح سوچا تھا پر بیوی نے اس کا غلط فائدہ اٹھایا، ضرورت نہ پڑنے پر بھی بیوی نے زوردار خرچ کیا ظاہری بات ہے کہ جب آدمی کو پتہ چلے گا تو اسے تکلیف ہوگی اور اختلاف رونما ہوگا۔

بیوی کا اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور مرد سے سامنا کرنا بھی خیانت ہے: ایک عورت صرف اپنے آدمی ہی کی بیوی ہوتی ہے کوئی بھی گھر پر آ جائے اور وہ اس سے بات کرنے لگے یا کسی کو بھی گھر میں آنے دے تو یہ بھی شوہر کی عزت کے ساتھ کھلواڑ اور اس کی امانت میں خیانت ہے اور یہ بھی اختلاف کا سبب بنے گا بلکہ طلاق کا سبب ہوگا۔

بے جا شکوہ: گاہے بگاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ لڑکی اپنے ماں باپ کے پاس آرام سے تھی، چونکہ باپ مالدار تھا، اس نے بچوں کو من چاہا کھلایا پلایا اور اپنے پاس عیش وعشرت میں رکھا لیکن شادی کسی غریب سے کر دیا، چونکہ ہر انسان اپنے بیوی بچوں کو آرام دینا چاہتا ہے لیکن ہر کوئی اپنی بساط بھر آرام دے گا۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ لڑکی جیسے ماں باپ کے پاس تھی وہی آرام شوہر سے بھی ملے گا، اگر شوہر غریب ہو، پریشان حال ہو اور بیوی کو اس کے ماں باپ کی طرح سہولت نہ دے سکے تو بیوی صبر سے کام لے، اگر یہاں وہاں شکایت کرتی ہے، ماں باپ کو بتاتی ہے تو یہ اچھی بات نہیں ہے کیونکہ شوہر ایک بار دو بار صبر کرے گا۔

لیکن جب اس کا پارہ گرم ہوگا تو کوئی لمبا قدم بھی اٹھائے گا جس میں سے ایک طلاق بھی ہے۔ اس کے علاوہ تربیت پر بھی کوئی دھیان نہیں ہوتا جو آگے چل کر ماں باپ کے لئے بچوں کے تئیں پریشانی کا سبب بن جایا کرتی ہیں بچے گھر پر ہیں تو ہمہ وقت ان سے لڑائی ہوتی ہے، بچوں کے نزدیک ماں کا کوئی احترام نہیں، باپ کی کوئی قدر نہیں، مہمان آ گئے پر ان کی کوئی عزت نہیں، کوئی بھی اجنبی لڑکا یا لڑکی آئی تو بچے اس کے ساتھ چلے گئے، کہاں گئے؟ کیا مسئلہ ہے؟ کچھ معلوم نہیں، اب یہی عادتیں بڑا ہونے کے بعد بھی بچوں میں (خواہ لڑکا ہو یا لڑکی) پیوست رہتی ہیں جو شادی کے بعد اگر شوہر ہے تو بیوی کو اور بیوی ہے تو شوہر کو نہیں بھاتیں جس کے نتیجے میں دونوں اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ رہے وہ اسباب جن کی بنا پر میاں بیوی کے مابین اختلاف رونما ہو جاتا ہے جس کی انتہا اکثر طلاق یا خلع ہی پر ہوتی ہے، دو بنے بنائے گھر لمحوں میں اجڑ جاتے ہیں۔ ☆☆

اسعد اعظمی/بنارس

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے

(بابری مسجد فیصلے کے تناظر میں)

بابری مسجد کا قضیہ عرصہ دراز سے انصاف کے لیے در در کی ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ آخر کار ۹/نومبر ۲۰۱۹ء کو فیصلہ آ گیا۔ معاملہ چوں کہ ملک کی عدالت عالیہ سے جڑا ہوا ہے اس لیے اس پر بھلا اعتراض کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے بلکہ سارے اہل انصاف کے لیے یہ فیصلہ حیران کن رہا، پھر بھی حسب وعدہ انھوں نے صبر وتحمل کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

ارباب حل وعقد فیصلے کے متن اور اس کی باریکیوں کا جائزہ لے رہے ہیں۔ اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے لا رہے ہیں۔ گودی میڈیا پر بحث ومباحثہ کی بہار آ گئی ہے۔ اس غیر متوقع فیصلے نے جس طرح تمام اہل انصاف کو مایوس کیا ہے اس گناہ گار کا دل بھی حزین وملول ہے۔ پھر بھی صبر وتحمل ہی پر قائم رہنا ضروری ہے۔ البتہ ناچیز اس پورے معاملے کا تجزیہ ایک مختلف زاویے سے کرنا چاہتا ہے۔

اہل ایمان اپنے تمام معاملات کا دنیوی اصولوں اور قانونوں کی روشنی میں تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ دینی اور شرعی ضابطوں پر بھی انھیں پرکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ سنن الہیہ اور قوانین فطرت کو نظر انداز نہیں کرتے، اور نہ ہی مادی ذرائع پر کلی انحصار کرتے ہیں۔ ان کے یہاں فتح وشکست اور عزت وذلت کا دار ومدار صرف ظاہری وسائل اور مادی اسباب پر نہیں ہوتا۔

۳ھ میں واقع غزوہ احد میں فیصلہ مسلمانوں کے حق میں آ چکا تھا، انھیں مشرک فوج پر فتح حاصل ہو چکی تھی۔ لیکن اچانک پانسہ پلٹ گیا، مشرکین اپنی بچی کھچی قوت مجتمع کر کے دوبارہ حملہ آور ہوئے، نتیجہ کیا ہوا کہ جیتی ہوئی جنگ شکست میں تبدیل ہو گئی، ستر زخمی اور ستر شہداء سامنے تھے۔ اہل ایمان انگشت بہ دنداں تھے۔ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں کر ہوا؟ قرآنی تعبیر کے مطابق مسلمان پکار اٹھے: ﴿أَنَّى هَـٰذَا﴾ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ سات آسمان اوپر سے جواب آیا: ﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِندِ أَنفُسِكُمْ﴾ اے نبی! بتا دیجیے کہ یہ مصیبت تمھاری ہی لائی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا کہ: ﴿إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - سورہ آل عمران: ۱۶۵﴾ اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی سیاق میں یہ بھی یاد دہانی کرائی گئی ہے کہ: ﴿وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِندِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ - سورہ آل عمران: ۱۲۶﴾ فتح ونصرت تو محض اللہ عزیز حکیم کی طرف سے ہوتی ہے۔ تفصیل کے لیے سیرت اور تفسیر کی کتابوں کی طرف ضرور رجوع کرنا چاہیے۔

بابری مسجد کی بازیابی کے لیے ہم نے جو کچھ کوشش کی وہ قابل ستائش اور لائق تعریف ہے۔ جن لوگوں نے اس طویل اور صبر آزما لڑائی میں کسی بھی طور سے حصہ لیا اللہ تعالی انھیں اجر جزیل عطا فرمائے۔ آگے بھی اس سلسلے میں کچھ کیا جا سکتا ہے تو ضرور کرنا چاہیے۔ کامیابی کے امکانات اگر نہ بھی ہوں تو کم از کم اتمام حجت ضروری ہے۔ البتہ دنیاوی عدالت کے ساتھ ہی دینی عدالت سے بھی اس کا فیصلہ جاننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس تعلق سے درج ذیل نقاط پر غور وفکر کی ضرورت ہے۔

بابری مسجد پر مقدمات قائم کیے گئے، اس پر تالا لگوایا گیا، اس میں نماز پڑھنے پر پابندی عائد کی گئی۔ شہ زور اس میں داخل ہو کر من مانی کیے، مورتی رکھی گئی، اور پھر کثرت تعداد اور اقتدار کے نشے میں چور بھیڑ نے جس کو اپنے اکابر کی تشجیع اور ''آشیرواد'' حاصل تھا، دن کے اجالے میں اس تاریخی عبادت گاہ کو زمیں بوس کر دیا۔ ہم نے اس کے لیے قانونی لڑائی لڑی۔ اللہ کے اس گھر کو حاصل کرنے اور دوبارہ تعمیر کرنے کی جو بھی کوشش ہو سکتی تھی کی۔ لیکن آخر میں مسجد کو ہم نے ہمیشہ کے لیے کھو دیا۔ لیکن جو کچھ ہوا وہ غیروں نے کیا، مقدمہ سے لے کر شہادت تک اور اس کے بعد بھی جو کچھ ہوا بت پرستوں کے ہاتھوں انجام پایا۔ کیا کبھی ہم نے اپنے گریبان میں منھ ڈال کر اس پر غور کیا کہ مسجدوں کے تعلق سے ہمارا اپنا کیا رویہ ہے؟ کیا ہم نے خود مسجدوں کے تئیں انصاف سے کام لیا ہے؟ ہماری زندگی میں مسجدوں کی کتنی حیثیت ہے، کیا شرعی پیمانے پر کبھی اسے ناپنے کی کوشش کی ہے؟

۱۷/نومبر سے پہلے کسی بھی دن بابری مسجد کا فیصلہ آ سکتا ہے یہ خبر سب کے لیے فکر مندی کا باعث تھی، اور ہر کوئی ایک انجانے خوف میں مبتلا تھا۔ ۸/نومبر کو رات ۹/بجے کے آس پاس جب یہ خبر آئی کہ کل ۹/نومبر کو ساڑھے دس بجے دن میں فیصلہ سنا دیا جائے گا تو سب کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں، اور خوف واضطراب سب کے چہروں پر عیاں تھا۔ اس خوف واضطراب کے موقع پر ہمیں اپنی مسجدوں کی طرف دوڑنا چاہیے تھا اور پاک پروردگار کے سامنے بچھ جانا چاہیے تھا۔ ہمارے رہبر نبی اکرم ﷺ کا معاملہ یہی تھا کہ "كان إذا حَزَبَه أمرٌ صلّى" (ابوداود بسند حسن) آپ کو کوئی تشویشناک معاملہ پیش آتا تو نماز کا سہارا لیتے۔ نماز ہی آپ کے لیے راحت وسکون کا

باعث ہوتی تھی۔ آپ حضرت بلال کو حکم دیتے کہ "قُمْ یا بِلال فأرِحْنا بالصلاۃ" (ابوداود بسند صحیح) بلال! اٹھیے اور نماز قائم کر کے ہمیں راحت پہنچایئے۔

ہم فیصلہ آنے کی خبر سن کر گھبرائے اور دوڑے، مگر کدھر کو؟ نہ مسجد کی طرف، نہ نماز کی طرف، نہ اللہ کی طرف۔ ہمارا رخ راشن کی دکانوں کی طرف تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دکانوں پر وہ بھیڑ لگی کہ مت پوچھیے۔ یہ دکانیں دیر رات اس وقت تک کھلی رہیں جب تک ان کا اسٹاک ایک ایک کر کے ختم نہ ہو گیا۔ کاش اس سے فارغ ہو کر ہی صبح فجر میں مسجدوں کا رخ کرتے، لیکن اس دن بھی حسب معمول گنتی کے لوگ ہی جو عام دنوں میں آتے ہیں وہی آئے۔ صبح آٹھ نو بجے سے پھر راشن ہی جمع کرنے پر توجہ رہی۔ عزیزم ابواشعر فہیم سلمہ اللہ نے فیصلے کے دن شام کے وقت اپنے مخصوص تعریضی اسلوب میں سوشل میڈیا پر ان الفاظ میں اپنے کرب کا اظہار کیا تھا: ''بابری مسجد پر فیصلے سے مسلمان اتنا غمگین ہیں کہ ظہر اور عصر میں بھی نہیں آئے، وہی گنے چنے چند نمازی۔ مومن کے دل کی چوٹ اسے رب اور رب کے گھر کی طرف موڑتی ہے۔ اور 'دل میں کھوٹ' اسے یا تو سڑک کی طرف بلاتی ہے یا شتر مرغ بنا دیتی ہے۔''

بت پرستوں کے ہاتھوں ایک بابری مسجد گرائے جانے کا ہمیں کتنا غم ہے۔ لیکن کیا کبھی ہم نے یہ بھی غور کیا کہ ہم نے خود مسلکی وفکری اختلاف کے چلتے کتنی مسجدوں پر دن کے اجالے میں اور رات کی تاریکی میں پھاوڑے چلائے ہیں، اور انہیں ڈھا دیا ہے۔ ادھر بابری مسجد ڈھانے والے عوام کو سادھوؤں اور کٹر پنتھی لیڈروں کی تحریک اور آشیرواد حاصل تھا، تو ادھر سادہ لوح مسلمانوں کو ان کے مذہبی رہنماؤں کی سرپرستی اور خفیہ یا خاموش تایید حاصل تھی۔

ادھر اکثریت کے زعم میں بابری مسجد پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو بے دخل کر دیا گیا اور انہیں عبادت سے روک دیا گیا، تو ادھر ہمارا حال یہ ہے کہ جن لوگوں سے ہمارا کسی طرح کا اختلاف ہے اور ہم ان سے تعداد اور طاقت میں بالا ہیں تو ان کی مسجدوں پر غاصبانہ قبضہ کرتے ہیں، انہیں بے دخل کرتے ہیں، انہیں وہاں نماز پڑھنے سے بزور قوت روک دیتے ہیں۔ اسی تعداد اور طاقت کے چلتے ہم اپنی اقلیتوں کو مسجد بنانے سے روکتے ہیں۔ اس کے لیے تھانہ پولس اور کورٹ کچہری کا چکر لگاتے ہیں، اور اللہ کا گھر نہ بننے پائے اس کے لیے بے دریغ پیسہ خرچ کرتے ہیں۔ کتنی مسجدیں ہیں جن پر قبضہ اور برتری کے لیے ہم برسہا برس مقدمے لڑتے ہیں۔ وقتاً فوقتاً دونوں فریق میں ضرب وحرب کے دل خراش مناظر بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مسجدوں کے اندر ہماری لڑائیاں ہوتی ہیں اور اینٹ پتھر سے حملے ہوتے ہیں۔ تولیت کو لے کر جھگڑے ہوتے ہیں، امامت وخطابت پر جھگڑے ہوتے ہیں۔

مسجدیں جو اللہ کا گھر اور عبادت کی جگہیں ہیں ان کو ہم نے مسلکی اعتبار سے تو نامزد کیا ہی تھا مگر اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ان مسجدوں پر یہ کتبے لگوائے کہ یہ فلاں مسلک کی مسجد ہے اس میں ''غیروں'' کا داخلہ ممنوع ہے۔ یہی وہ مسجدیں ہیں کہ شرعی تعلیمات کے مطابق ان کا دروازہ بوقت ضرورت غیر مسلموں تک کے لیے کھلا رہتا ہے مگر........۔ اور اگر کوئی ''غیر'' مسلک کا ہماری مسجد میں کبھی آجاتا ہے تو اس کو بزور طاقت نکال دیتے ہیں اور اس بیہودہ عمل کی تایید میں کتابیں تصنیف کر کے اپنے لوگوں سے واہ واہی بھی لوٹتے ہیں۔ گویا ہم اپنے اس عمل سے آیت کریمہ ﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ... سورہ بقرہ:۱۱۴﴾ کا خود کو مصداق ٹھہراتے ہیں۔

ان ساری باتوں کو سامنے رکھیے اور اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بتایئے کہ کیا ہم مسلمان مسجدوں کے تعلق سے انصاف کرتے ہیں؟ کیا جو مسجدیں ہماری ملکیت میں ہیں ان کا حق ادا کرتے ہیں؟ اگر نہیں- اور واقعی نہیں کرتے- تو دوسروں سے انصاف کی امید کرنا کس منطق سے درست ہو سکتا ہے۔ کہیں بابری مسجد کیس میں ہماری ناکامی اللہ رب العزت والجلال کی طرف سے ہماری ان بد اعمالیوں اور ناانصافیوں پر تنبیہ تو نہیں۔ یاد رہے اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں ہوتی۔ اللہ کی گرفت کس شکل میں ہو کہا نہیں جا سکتا۔ جب برائیاں اور بد اعمالیاں بڑھتی ہیں، ناانصافی اور ظلم وتعدی کا بازار گرم ہوتا ہے تو قادر مطلق کا قہر ٹوٹتا ہے اور اس کا غیظ وغضب نازل ہوتا ہے۔

ہماری مسجدوں کا جو حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مسلم آبادی کے بیچوں بیچ واقع مسجدیں بھی نمازیوں کے لیے ترستی رہتی ہیں۔ وہی مسجدیں جو جمعہ کی نماز میں بھر جاتی ہیں، پانچ سو سات سو مصلیوں سے پُر رہتی ہیں، انہیں عام نمازوں میں بمشکل ڈیڑھ دو صف نمازی ملتے ہیں۔ اور فجر میں وہ بھی گھٹ کر آدھے ہو جاتے ہیں۔ کتنی مسجدیں ہیں کہ فجر میں وہاں اذان نماز ہی نہیں ہوتی۔ دیگر نمازوں میں بھی معاملہ بہت اچھا نہیں ہوتا۔

بابری مسجد کے حالیہ فیصلے پر رونے دھونے اور اِن کو اُن کو کوسنے کے بجائے ہم اسے اپنے لیے رب ذوالجلال کی طرف سے تازیانہ مانیں۔ اسے اپنے کرتوتوں اور بد اعمالیوں کی سزا تصور کریں۔ اسے درس عبرت کے طور پر لیں۔ اپنا محاسبہ کریں۔ نوجوان نسل سے خصوصا میری التجا ہے کہ جذبات کی رو میں بہنے کے بجائے سوجھ بوجھ سے کام لے اور گہرائی میں اتر کر حالات کا تجزیہ کرے۔ سوشل میڈیا پر لفظی جنگ، مناظرہ بازی اور ہم بڑے کہ تم بڑے کے چکر میں نہ پڑ کر سنجیدگی اور متانت کی طرف آئیں۔ قانون الٰہی کو بھی مدنظر رکھیں اور باعزت زندگی کے تقاضوں کو بھی سمجھنے اور برتنے کی کوشش کریں۔

انداز بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

آہ! الحاج عبدالرشید صاحب، مالیر کوٹلہ، پنجاب

پنجاب میں جماعت اہل حدیث کا ایک عہد ختم ؍مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲۲؍نومبر ۲۰۱۹ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ نے صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے سابق امیر، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سابق رکن مجلس عاملہ وشوری، جامعہ سلفیہ بنارس کے سابق نائب صدر ورکن مجلس منتظمہ معروف تاجر وصنعت کار، غیور ومخیّر اور مقتدر ومعتبر جماعتی وملی شخصیت الحاج عبدالرشید صاحب کے انتقال پر ملال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملک وملت، جماعت اور انسانیت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

انہوں نے کہا کہ الحاج عبدالرشید صاحب جن کا کل مورخہ ۲۱؍نومبر ۲۰۱۹ء کو شب کے گیارہ بجے آبائی وطن مالیر کوٹلہ میں بعمر 92 سال انتقال ہوگیا، نہایت ہی نیک، پرہیز گار اور خصائل حمیدہ سے متصف، پابند شرع اور نہایت ہی مخلص وغیور اور نامور اہل حدیث بلکہ پنجاب میں اہل حدیث اور مسلمانوں کی پہچان تھے۔ سخاوت و فیاضی ان کا امتیاز تھا اور مدارس ومساجد اور دیگر مستحقین کی امداد کے لئے ان کا ہاتھ ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ آپ بہت سی انجمنوں اور سوسائٹیوں کے سرپرست، عہدیدار اور رکن تھے۔ جماعتی کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ علماء نواز تھے اور ان کی ضیافت کرتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ذمہ داران خصوصا مجھ ناچیز سے بڑی محبت کرتے تھے اور جب بھی مالیر کوٹلہ حاضری ہوتی تو بڑے خلوص سے ملتے، پرتپاک استقبال کرتے اور امکان اور اصرار کی حد تک اپنے یہاں قیام پر مجبور کرتے تھے۔ جمعیت و جماعت کے لیے مفید مشورے دیتے تھے۔ اور اس پیرانہ سالی میں بھی جمعیت و جماعت کی خبر بذات خود فون کر کے معلوم کرتے تھے اور مرکز کی متنوع دینی، علمی ،تحقیقی، دعوتی، نشریاتی، تعمیراتی، رفاہی اور قومی وملی سرگرمیوں کے بارے میں اچھی خبر سن کر خوش ہوتے تھے، خصوصا جمعیت کی طرف سے نئی کتابوں کی طباعت پر خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ کتابوں کے نسخے طلب کرتے اور تعریف وتوصیف کے ساتھ ڈھیر ساری دعائیں دیتے تھے۔ اور اپنی اولاد واحفاد کو بھی دینی اور جماعتی کاموں کی ترغیب دلاتے رہتے تھے۔

امیر محترم نے کہا کہ اہل حدیث منزل کی کاغذی منتقلی کے سلسلے میں الحاج عبدالرشید صاحب نے مخلصانہ کوششیں صرف کیں اور اس سلسلہ میں انہوں نے کئی مرتبہ عازم سفر ممبئی وغیرہ ہونے کے لیے کمر کسا اور اس قضیہ کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ آپ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ اور شوریٰ کی میٹنگوں میں بلا ناغہ اہتمام سے شریک ہوتے تھے۔ اور بہت صاف گوئی سے جمعیت کی تعمیر وترقی کے لیے مخلصانہ مشورہ دینے کے ساتھ ساتھ کسی کی طرف سے بھی ادنیٰ ریشہ دوانی، الزام تراشی و پروپیگنڈوں کو کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حزم وجزم پر مبنی ان کے مواقف بارہا خصوصا میٹنگوں کے دوران دیکھنے کو ملتے رہے۔ وہ کسی کی پرواہ کیے بغیر جمعیت کے کارناموں پر بیجا نکتہ چینی اور حاسدانہ پروپیگنڈوں اور اعتراضات کرنے والوں پر غصہ ہوتے تھے اور اپنے مسکت جواب سے بڑے بڑوں کی مطلب براری اور تذلیل وتلبیس کا پردہ چاک کردیتے تھے، وہ بہت سارے لوگوں کی نفسیات سے بخوبی واقف تھے۔ جمعیت کی موجودہ ترقی اور استحکام میں ان کی ہمت افزائی کا بڑا دخل ہے ۔ وہ غلط پروپیگنڈا کرنے والوں کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ امیر محترم نے مزید کہا کہ ادھر بہت دنوں سے مرحوم کی شدید خواہش اور تمنا تھی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست اور سابق امیر محترم جناب حافظ محمد یحییٰ دہلوی حفظہ اللہ صاحب سے ان کی ملاقات ہو اور دوسری یہ کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دونوں عظیم تعمیراتی پروجکٹوں خصوصا اہل حدیث منزل جس کی تعمیر کی خبر سن کر بہت خوش تھے، کا معائنہ کریں لیکن پیرانہ سالی کے سبب نیز امروز وفردا میں ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ البتہ اس کے اجر وثواب سے ان شاء اللہ محظوظ و ماجور ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالی انکی مغفرت کرے، ان کی خدمات کو قبول فرمائے، جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ پسماندگان خصوصا صاحبزادوں ساجد رشید، بلال رشید، طلحہ رشید، یاسر رشید، سہیل رشید اور ہارون رشید اکلوتی صاحبزادی، داماد محمد اویس صاحب، پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں اور دیگر اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

پریس ریلیز کے مطابق ان کی تجہیز وتدفین آج 11 بجے دن آبائی قبرستان اجاڑو تکیہ مالیر کوٹلہ میں عمل میں آئی، اہل حدیث کمپلیکس دہلی میں بعد نماز جمعہ نماز جنازہ غائبانہ کا اہتمام ہوا اور بنگال میں گاجول کی عظیم جامع مسجد میں بھی امیر محترم کے زیر امامت نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی ۔ امیر محترم ان دنوں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ سطحی راحتی، تنظیمی اور دعوتی وفد کے ساتھ صوبہ مغربی بنگال کے دورے پر ہیں۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی، ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز و دیگر ذمہ داران وکارکنان مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

(۲)

امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کے زیر قیادت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اعلیٰ سطحی دعوتی، تعلیمی وراحتی وفد کی تین روزہ دورۂ مغربی بنگال سے دہلی واپسی

دہلی۔۲۳؍نومبر ۲۰۱۹ء، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے زیر قیادت مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا ایک اعلیٰ سطحی دعوتی، تعلیمی وراحتی وفد جس میں ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز شامل تھے، تین روزہ دورۂ مغربی بنگال سے آج دہلی واپس آ گیا۔ جو مورخہ ۲۱؍نومبر کی صبح سے شروع ہوا تھا۔ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے قائم مقام امیر مولانا شمیم اختر ندوی، قائم مقام ناظم اعلیٰ مولانا ذکی احمد مدنی اور ضلعی جمعیت مالدہ کے ناظم مولانا محمد اسرائیل سلفی اور خازن ماسٹر غیاث الدین وغیرہ کی رہنمائی میں یہ قافلہ رواں دواں

رہا۔اس دوران معزز وفد نے متعدد تعلیمی وتربیتی اداروں کی زیارت اور دعوتی و تعلیمی پروگراموں میں شرکت کی اور مختلف مقامات پر موسم سرما کی مناسبت سے سیلاب متاثرین کے مابین بڑی تعداد میں کمبل کی تقسیم عمل میں آئی۔اور یہ سلسلہ آج شام تک جاری رہا۔

پریس ریلیز کے مطابق امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی ودیگر معزز اراکین وفد نے مورخہ ۲۱رنومبر کو شہر کولکاتہ کے معروف تعلیمی وتربیتی ادارہ جامعۃ الہدی الاسلامیہ کے تعلیمی پروگرام میں شرکت کی اور خطاب کیا۔پھر وہاں سے مالدہ روانہ ہوگئے۔جہاں اگلے دن کئی مقامات پر سیلاب متاثرین کے مابین موسم سرما کے پیش نظر بڑی تعداد میں کمبل تقسیم کیے۔معززاراکین وفد نے اس دوران جامعہ عربیہ فیض الغرباء خورد ھیل،کلیۃ البنات الاسلامیہ سندر پور وغیرہ کی زیارت کی اور ذمہ داران، اساتذہ اور طلبہ وطالبات سے ملاقاتیں کیں۔مفید مشورے دیے اور نصیحتیں کیں۔اس موقع پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم، ناظم عمومی اور ناظم مالیات صاحبان کے ہاتھوں کلیۃ اللبنات الاسلامیہ سندر پور کی الحجاز سینٹر لائبریری کا افتتاح بھی عمل میں آیا۔امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے گاجول کی مرکزی جامع مسجد میں جمعہ کا خطبہ دیا اور معروف دینی وملی شخصیت الحاج عبدالرشید مالیر کوٹلہ کی غائبانہ نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔اوران کا ذکر خیر پنجاب اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے حوالہ سے کیا۔آج مورخہ ۲۳ کو جامعہ رحیمیہ ابراہیمیہ سلفیہ کلیا چک مالدہ میں ضلعی سطح کے دعوتی وتربیتی پروگرام میں شرکت فرمائی اور خطاب کیا جس میں مغربی بنگال کے تقریبا تمام اضلاع کے نمائندگان شریک رہے۔

اس اجلاس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی، ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز کے علاوہ صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال کے قائم مقام امیر مولانا شمیم اختر ندوی، قائم مقام ناظم مولانا ذکی احمد مدنی، صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار کے ناظم مولانا انعام الحق مدنی وغیرہ نے خطاب کیا۔ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ کے ناظم مولانا محمد اسرائیل سلفی نے امیر محترم کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔اس پروگرام میں ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ کے نائب امیر مولانا ظہیر الدین ندوی اور خازن ماسٹر غیاث الدین کے علاوہ متعدد شرکاء نے بھی اپنے تاثرات پیش کیے۔جبکہ اجلاس میں تشریف فرما بہت سے نمائندگان ضلعی جمعیات اور علماء کرام و وجہاء شہر ودیہات سے تنگ دامانی وقت کی وجہ سے معذرت کرنی پڑی۔اس اہم اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی بنگال اور ضلعی جمعیت اہل حدیث مالدہ کے اراکین وذمہ داران کے علاوہ جن ضلعی جمعیات کے ذمہ داران و نمائندگان نے شرکت کی ان میں ضلع مرشد آباد کے قائم مقام امیر پروفیسر ابوسلیم صاحب، قائم مقام ناظم عبداللہ ڈاٹیتن صاحب اور خازن عبدالحئی صاحب، ندیا ضلع کے امیر مولانا عبدالرقیب عمری صاحب، ضلع اتر چوبیس پرگنہ کے امیر مولانا مطیع الرحمٰن حقانی صاحب، بردوان ضلع کے ناظم ڈاکٹر جلال الدین صاحب، ہگلی ضلع کے ناظم قطب الدین صاحب، ضلع دکھن چوبیس پرگنہ کے امیر عبدالمتین صاحب، ہوڑہ ضلع کے امیر اشفاق حسین صاحب، ناظم شکیل احمد صاحب، پرولیا ضلع کے امیر اطیع اللہ صاحب، ناظم سراج الاسلام صاحب، دکھن دیناج پور کے امیر شیخ الحدیث مولانا عبدالرشید صاحب، ناظم ماسٹر تمیز الدین صاحب، ضلع کوچ بہار کے امیر اکبرعلی میاں صاحب، ناظم سجاد حسین صاحب، ضلع علی پوردوار کے امیر حاجی عطاء اللہ صاحب، ناظم صادق العالم انصاری صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔اوراس طرح یہ دورہ مکمل ہوا۔

☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۲۲ کا)

توبہ واستغفار کا حد درجہ التزام کیا کرتے تھے۔ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات زیادہ پڑھا کرتے تھے:"**سبحان الله و بحمده، أستغفرالله و أتوب اليه**" یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تعریف کے ساتھ پاک ہے۔میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں اوراسی کے حضور توبہ کرتا ہوں۔(صحیح مسلم/ 484)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم گنا کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں اٹھنے سے پہلے سو بار یہ کلمات پڑھا کرتے تھے:"**رب! اغفرلي و تب علي ،انک أنت التواب الرحيم**"یعنی اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرمادے، اور میری توبہ قبول فرمالے، بے شک تو توبہ قبول کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔(سنن ابوداود/ 1516)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:''اللہ کی قسم! میں ہر روز دن میں ستر سے زیادہ مرتبہ توبہ و استغفار کرتا ہوں''۔(صحیح بخاری/ 6308)

ان تمام حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کا حد درجہ اہتمام کیا کرتے تھے اوراس پر مواظبت برتا کرتے تھے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے مشہور ہے کہ کفار قریش نے آپ کو زیر کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے اپنائے اور چال چلے۔ایک موقع سے انہوں نے آپ کو چیلنج کیا کہ کوہ صفا ان کے لئے سونے کا بنا دیا جائے، پھر وہ سبھی مشرف بہ اسلام ہو جائیں گے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بابت رب تعالیٰ سے دعا فرمائی۔جبرئیل علیہ السلام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ کے سامنے دو باتیں رکھی کہ اگر آپ کہیں تو اسے سونے کا بنا دیا جائے گا لیکن اس کے بعد بھی یہ قریش والے آپ کی دعوت کو تسلیم نہیں کریں گے تو انہیں دردناک عذاب دیا جائے گا۔جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو ان کے لئے توبہ اور مغفرت کا دروازہ کھول دیا جائے۔آپ نے فرمایا:''میرے لئے بہتر یہی ہے کہ ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہی رہے''۔(صحیح بخاری/ 6306)

سابقہ سطور سے یہ بات مترشح ہوجاتی ہے کہ توبہ زندگی کا وظیفہ ہے۔اگر ہم دنیوی زندگی میں سکون واطمینان اوراخروی زندگی سرخروئی اور کامیابی وکامرانی چاہتے ہیں تو ہمیں توبہ جیسے مہتم بالشان اور فضیلت یافتہ عمل کو اپنی زندگی کا لازمی عنصر بنانا ہوگا اور رب تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع اور توبہ وگریہ وزاری کو اپنا شیوہ بنانا ہوگا تا کہ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں، کوتاہیوں، نقائص اور لغزشوں کو معاف فرماکر ہمیں اپنی رضامندی کا پروانہ عطا کرے۔کیونکہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے:''التائب اللہ ہمیں توبہ واستغفار کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین تقبل یا رب العالمین۔

☆☆☆

پندرہ روزہ دینی دعوتی واصلاحی پروگرام: ۲۴/نومبر ۲۰۱۹ء بروز اتوار بعد نماز مغرب مسجد اہل حدیث ثمر کالونی میرٹھ زیر صدارت مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند پندرہ روزہ دینی دعوتی واصلاحی پروگرام منعقد ہوا جس میں مولانا مجیب الرحمٰن سکندرآبادی امام وخطیب مسجد اہل حدیث ثمر کالونی میرٹھ نے ''اصلاح معاشرہ'' کے موضوع پر خطاب کیا مولانا محمد عامر ریاضی نے ''اتباع رسول ﷺ'' کے موضوع پر روشنی ڈالی جبکہ مولانا محمد نعیم مبارک پوری نے ''اسلام میں خواتین کا مقام'' کے عنوان پر خطاب کیا۔ اخیر میں ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی نے ''تقوی وپرہیزگاری کی اہمیت وفضیلت'' پر روشنی ڈالی۔ آپ ہی کی دعائیہ کلمات پر جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ پروگرام میں جمعیت اہل حدیث میرٹھ کے صدر جناب جمیل احمد صاحب، ناظم جناب سرتاج علیم صاحب، خازن جناب پرویز احمد صاحب، حاجی شمشاد صاحب، حاجی قاسم صاحب وغیرہم، مسجد اہل حدیث خندق بازار، مسجد اہل حدیث ثمر کالونی، مسجد اہل حدیث ذاکر کالونی، مسجد اہل حدیث احمد نگر مسجد اہل حدیث کریم نگر اور دیگر مقامات سے کثیر تعداد میں عوام نے شرکت فرمائی۔ (سرتاج علیم، ناظم شہری جمعیت اہل حدیث میرٹھ)

انتقال پر ملال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی جائے گی کہ اردو بازار جامع مسجد دہلی کی معتبر ومقتدر اور معروف سماجی شخصیت اور سابق ڈی ایس او بجلی محکمہ حکومت دہلی جناب واحد حسین قریشی صاحب کا مورخہ ۱۲/نومبر ۲۰۱۹ء کو طویل علالت کے بعد بعمر ۸۱ سال انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کافی ملنسار، خلیق اور صوم وصلوۃ کے پابند تھے اور خدمت خلق کے کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی سرگرمیوں سے خوش ہوتے تھے اور ذمہ داران خصوصا امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ سے بڑی محبت کرتے تھے۔ حتی کہ بحالت صحت بعض نمازیں اکثر اہل حدیث منزل میں ادا کرتے تھے۔ حقیقت میں ایک صاحب ایمان اور بااخلاق پڑوسی ہونے کا حق ادا کرتے تھے۔ اور جمعیت کے اہم کاموں اور اہم مناسبات میں اپنے نیک مشوروں اور ممکنہ صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ پہنچانے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ کئی اہم مواقع پر بذات خود اہم اور مفید مشورے دیئے اور یہی نہیں بلکہ خود آگے بڑھ کر بعض اہم کاموں کو انجام دینے میں مدد کرتے تھے۔ انتقال سے کچھ ہی دنوں پہلے امیر محترم فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی صاحب کو ان کی عیادت اور مزاج پرسی کا موقع نصیب ہوا تھا۔ کیا پتہ تھا کہ ان سے یہ آخری ملاقات ہے اور وہ ہم سے بہت جلد جدا ہوجائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کے چلے جانے سے جہاں پورا محلہ اور پوری جمعیت بے حد غمزدہ، رنجیدہ اور سوگوار ہے وہیں یہ محلّہ ایک باصلاحیت ہمدرد، مخلص، مشفق، نیک، ملنسار، وفاشعار، جانثار اور عمدہ جار سے محروم ہوگیا ہے۔ امید کہ اکلوتے صاحب زادے نوید صاحب جو بہت ہی خوبیوں اور صلاحیتوں میں اپنے پدر بزرگوار کے پسر ہونہار ہیں، اپنے والد محترم کی وفات سے پیدا شدہ خلا کو پر کرنے کی کوشش کریں گے۔

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

پسماندگان میں اہلیہ صاحبزادے نوید صاحب اور ایک بیٹی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ جنت الفردوس کا مکین بنائے۔ اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

احباب جماعت وعامۃ المسلمین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

مولانا محمد شعیب میمن جوناگڑھی صاحب کی والدہ ماجدہ کا انتقال: یہ خبر نہایت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ حافظ حدیث مولانا عبداللطیف جوناگڑھیؒ کی صاحبزادی، معروف خطیب مولانا یعقوب جوناگڑھی رحمہ اللہ کی اہلیہ، مشہور عالم دین مولانا عبدالمتین میمن بن مولانا محمد جوناگڈھیؒ کی ہمشیرہ اور مشہور عالم دین مولانا محمد شعیب میمن جوناگڑھی کی والدہ ماجدہ محترمہ آمنہ کا مورخہ ۱۲/نومبر ۲۰۱۹ء بروز منگل بوقت بارہ بجے دن بعمر تقریبا ۸۰ سال راجکوٹ گجرات میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلوۃ کی پابند اور نیک خاتون تھیں۔ پسماندگان میں دو صاحبزادے مولانا محمد شعیب میمن جوناگڑھی اور مولانا محمد انس جامعی جوناگڈھی اور چار بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں ہیں۔

جماعتی خبریں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ ودیگر ذمہ داران وکارکنان مولانا شعیب میمن جوناگڑھی اور ان کے بھائی بہنوں کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس کی مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر وسلوان کی توفیق بخشے۔ آمین۔

احباب جماعت وعامۃ المسلمین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

مولانا مقصود ریاضی کا انتقال: بہت ہی رنج وغم اور افسوس کے ساتھ یہ خبر دی جارہی ہے کہ میرے استاذ محترم اور مدرسہ ریاض العلوم جامع مسجد دہلی کے سابق استاذ مولانا مقصود ریاضی صاحب کا ۲۴/نومبر کو ۲۰۱۹ء کو دہلی میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ان کا آبائی وطن مرادآباد تھا۔ مولانا نہایت خلیق، ملنسار، ہردل عزیز، صوم وصلاۃ کے پابند تھے۔ پسماندگان میں تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ان کی تعلیم مدرسہ ریاض العلوم میں ہوئی اور کچھ دنوں تک اس میں درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ وہ مولانا عبدالسلام بستویؒ کے شاگردوں میں سے تھے۔ تدفین مصطفیٰ آباد قبرستان میں ہوئی۔ نماز جنازہ مولانا انیس احمد صاحب (مقیم ملیشیا) نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق ارزائی فرمائے۔ (شریک غم: ضیاء الحق فیضی کارکن مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند)

(مرکزی جمعیت اھل حدیث ھند کے امیر، ناظم عمومی، ناظم مالیات اور جملہ ذمہ داران و کارکنان نے مذکورہ مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کیا ھے) ☆☆

خوشخبری خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2020

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید
قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر
چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613
Mob: 9810162108,9560547230,9899152690